الاثناعشریہ

ناشر

امامیہ پبلیکیشنز

۱۴۔ نور چیمبرز گنپت روڈ

لاہور

یا صاحب الزمانؑ ادرکنی

الاثنا عشریہ

(دیگر مذاہب سے عقائد امامیہ کا تقابل اور حقانیت)

از
حجۃ الاسلام علامہ شیخ محمد جواد المغنیہ

مترجم
حجۃ الاسلام مولانا سید صفدر حسین نجفی قبلہ
پرنسپل جامعۃ المنتظر لاہور

ناشر
امامیہ پبلیکیشنز
۱۷- نور چیمبرز۔ گنپت روڈ لاہور

عرض مترجم

ہر مکتب فکر کے مصنف اور مؤلف ہر زمانہ میں اپنے مسلک کی تائید و تبلیغ کے سلسلہ میں کتب اور رسائل لکھتے رہتے ہیں جو کہ انکا انسانی اخلاقی اور عقلی حق ہے۔ لیکن عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ لکھنے والے اپنے مقصد سے ہٹ کر اپنے مخالف مسلک و مکتب فکر کی نہ صحیح تشریح کرتے ہیں اور نہ ہی سنجیدگی سے اس پر نقد و تنقید کرتے ہیں بلکہ عموماً دوسرے نظریات کو غلط انداز میں پیش کرنا اور ان پر کیچڑ اچھالنا ایک فیشن ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مسلک کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے والے حضرات دوسرے مذہب کی کتب کا مطالعہ گوارا ہی نہیں کرتے اور وہ تحقیق سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں زیر نظر کتاب چونکہ بڑے عمدہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور اس میں کسی قسم کی دل آزاری نہیں کی گئی بلکہ اپنے اور دوسرے بھائیوں کے مسلک کو واضح صاف اور سنجیدہ طریقہ سے پیش کیا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جائے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

دعاگو

(سید صفدر حسین نجفی)

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

عرض ناشر

امامیہ پبلیکیشنز کی پندرھویں پیشکش آپکی روح کی تسکین، قلب کو منور اور آنکھوں کو سرور بخشنے کے لیے آپ کے سامنے حاضر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے نہایت ہی عمدہ پیرائے میں مذہب حقہ کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور دوسرے مذہب سے اسکا موازنہ پیش کیا ہے۔ عقلی و نقلی دلائل کے ذریعے سے اپنے موقف کو نہایت سادہ اور احسن طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔

ادارہ حجۃ السلام علامہ شیخ محمد جواد صاحب کا ممنون احسان ہے کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر نہایت مختصر مگر جامع کتابچہ تحریر فرمایا۔

ہم حجۃ السلام والمسلمین علامہ جناب سید صفدر حسین نجفی صاحب کے بھی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اس گرانقدر علمی سرمائے کو اردو کے قالب میں ڈھالا اور مومنین کے استفادہ کے لیے پیش کیا۔ ہم ہر دو کی توفیقات میں اضافے کے لیے دست بدعا ہیں۔

آپ کی تجاویز کا منتظر
سیکرٹری
امامیہ پبلیکیشنز۔

پیش لفظ از مصنف علام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہِ الطَّاھِرِیۡنَ ۔

وبعد ان صفحات کا موضوع میری اور کتب اور رسائل کی طرح جو میں نے لکھ کر نشر کئے ہیں۔ میں نے ایک مستقل کتاب اہل بیت کی شان میں لکھی ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک بڑی کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الشیعۃ الامامیۃ" کہ جس کی طبع اول وثانی کے نسخے تھوڑی ہی مدت میں ختم ہو چکے ہیں اور ان دو کے علاوہ ان دونوں سے ایک بڑی کتاب بھی لکھی ہے "الشیعۃ والحاکمون" جس کی پہلی دوسری اور تیسری طبع کے نسخے بجلی کی تیزی کی طرح ختم ہو چکے ہیں اور پھر میں نے ایک چوتھی کتاب لکھی ہے جو ان تینوں سے زیادہ ضخیم ہے۔ اور وہ ہے "الشیعۃ والتشیع" اور اس کی دوبارہ طباعت اب بیروت میں ہو رہی ہے اور یہ چاروں کتابیں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں سب کی سب اہل بیت اور ان کے شیعوں کے متعلق ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ "علیؑ والقرآن" سے لیکر علیؑ والفلسفۃ تک۔ اور فضائل امام علیؑ سے لے کر علیؑ والعقل تک اور مفاہیم انسانیہ فی کلمات الامام جعفر صادقؑ سے لے کر فقہ الامام جعفر صادقؑ تک اور اصول الاثبات فی الفقہ الجعفری سے لیکر

المجالس الحسینیۃ تک تمام کی تمام کتب اہل بیت ان کے شیعہ اثنا عشریہ اور ان کے آثار کے متعلق ہیں۔ یہاں تک کہ الفقہ علی المذاہب الخمسہ جو اس شخص کی رد میں ہے جو علم فقہ کو مذاہب اربعہ میں منحصر سمجھتا ہے بلکہ میری تفسیر الکاشف الآیٰ الذکر الحکیم بہترین اور عمدہ تصویر ہیں آل اطہار کی عظمت مقام و بلندئ مرتبت کی اور کون سا مفسر چوک سکتا ہے۔ یا چوکنے کی طاقت رکھتا ہے یا اپنے آپ کو جان بوجھ کر آیت تطہیر، آیت مودت، آیت ولایت، آیت مناجات، اور آیت انذار وغیرہ سے جاہل رکھ سکتا ہے۔ اور ہر مؤلف کی سب سے عمدہ خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کی کتاب رواج پکڑے اور اس کی مانگ زیادہ ہو۔

الحمد للہ کہ میری کتابیں رائج ہو گئی ہیں اور قارئین کرام ان کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور ان کے متعلق یہ اظہار کرتے ہیں کہ علاوہ اس کے کہ وہ مدرسی اور پرانی روایاتی کتب اور ادب جیسی مکتوف میں سے نہیں۔ اپنے زمانہ کے ساتھ تشکل و صورت اور مطالب کے لحاظ سے بھی مناسبت رکھتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کتاب بحار الانوار اپنے زمانہ میں تھی۔ اگر میں صاحب بحار کے زمانہ میں ہوتا تو میری تالیفات اسی طرز کی ہوتیں۔ اور اگر علامہ مجلسیؒ اس زمانہ میں ہوتے تو وہ بحار کو اس شکل میں نہ لکھتے کہ جس میں وہ اب ہے۔

اور اس ضمنی گفتگو کے بعد جو کہ مقصود بالذات نہیں ہے میں

ان صفحات کی کہانی کی طرف لوٹتا ہوں اور اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے فصل الاثنا عشریہ (بارہ امامی شیعہ) دائرۃ المعارف کی چھٹی جلد کے لئے لکھی تھی کہ جس کے اجزاء پے در پے رئیس جامعہ لبنانیہ استاذ فؤاد افرام بستانی کی نگرانی میں صادر ہوتے رہتے ہیں جب یہ مضمون اس دائرہ میں چھپ چکا تو بہت سے لوگوں نے یہ میلان ظاہر کیا کہ اسے مستقل طور پر چھاپا جائے کیونکہ دائرہ کے پڑھنے والے کم لوگ ہوتے ہیں اور فائدہ کا قیاس پڑھنے والوں اور نفع حاصل کرنے والوں کی کثرت پر کیا جاتا ہے نہ صرف عنوانوں پر مثلاً دائرۃ المعارف وغیرہ کا نام ہو۔

میں نے اس نظریہ کی مخالفت نہ کی۔ البتہ میں یہ ضرور سمجھتا تھا کہ اتم واعم فائدہ تب ہو گا جب اس کے کئی ہزار نسخے چھپیں اور مفت تقسیم ہوں۔

اور یہ میری تمنا تھی کہ خداوند عالم اپنے فرمانبردار لوگوں میں سے کسی شخص کو یہ الہام کرے۔ کہ وہ اسے چھاپ کر تقسیم کرے پھر کافی دن گذر گئے اور مجھے اہل بحرین نے ماہ مبارک رمضان کے وظائف واجبہ کی انجام دہی کے لئے اپنے ہاں دعوت دی تو میں نے ان کی دعوت قبول کر لی۔ اور میری وہاں کے ایک صاحب امانت تاجر سے وہیں ملاقات ہوئی۔ کہ جس کے پاس اس کے کسی قریبی رشتہ دار کی امانت تھی کہ جس نے اس پر وثوق کرتے ہوئے اسے وصیت کی تھی کہ وہ اس امانت کو اس شخص کی موت کے بعد خداوند جل وعلیٰ کے اجر وثواب میں رغبت کرتے ہوئے کسی کار خیر میں صرف کرے۔

اور اس وصی کی یہ خواہش تھی کہ وہ موصی کی وصیت کا پورے وثوق سے حق ادا کرے اور اس کی وصیت کے لئے کوئی ایسا کام اختیار کرے جو خدا کے ہاں افضل اور اس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہو۔

اور ظاہر ہے کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک جان ومال کے ساتھ حق اور اہل حق کی نصرت میں حصہ لینے سے افضل نہیں ہے۔

اور ارادۂ خداوندی نے یہ چاہا کہ اس وصی کو اس (ماہ جمہ) نیک کام میں حصہ ملے۔ پس اس وصی نے مجھ سے یہ پیشکش کی کہ وہ میری تالیفات میں سے ایک کتاب پر وصیت میں سے خرچ کرے گا جو مفت تقسیم کی جائے تو میں نے اس سے کتاب الاثنا عشریہ کا ذکر کیا اور خدا کی حمد وثنا کی کہ اس نے اپنا ایک فرمانبردار شخص اس کے لئے مسخر کر دیا ہے جس طرح کہ میری تمنا تھی۔

اور میں نے الاثنا عشریہ (بارہ امامی شیعہ) کے ساتھ اہل بیت کی فصل کا بھی اضافہ کر دیا۔ جو کہ میں نے دائرۃ المعارف کی پہلی جلد کیلئے لکھی تھی کیونکہ ان دونوں کے درمیان ملاپ اور ہم آہنگی ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ سے سوال ہے کہ وہ ان صفحات کو میرے لئے اور جوانِ کے طبع ہونے کا سبب ہوا ہے۔ اس کے لئے باعث ثواب ورحمت قرار دے۔

اسی مناسبت سے میں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ دین کی تبلیغ ترویج اور تشہیر صرف "تالیفِ کتب اور ان کے منتشر کرنے میں

منحصر نہیں اگرچہ انہیں عصری تقاضوں کے ساتھ ہی پیش کیا جائے اور
وہ پڑھنے والوں کو بھلی بھی معلوم ہوں اور نہ ہی منبروں پر خطبے دینے اور وعظ کرنے
اور مساجد کی تعمیر، مکتب کھولنے اور امام بارگاہ بنانے میں ہے۔ ایسا
ہرگز نہیں یہ چیزیں دعوت دین کے بعض وسائل میں سے ہیں۔ نہ کہ صرف
یہی وسائل ہیں۔ ان وسائل میں سے اہم ترین اور زیادہ مفید چیز بچوں کی نماز
میں وہ گھر میں ہوں یا مدرسہ میں یہ ہے کہ وہ اپنے مدرسے سے خود موذن
کی آواز سنیں (نہ کہ گھنٹی کی آواز) جو انہیں زوال کے وقت حیّ علی الصلوٰۃ
(نماز کی طرف آؤ) کی ندا دے اور اس باہیبت آواز کو سنتے ہی درس کو
موقوف کر دیا جائے اور ہر کلاس کے لڑکے اپنے استاد اور معلم کے سامنے
کلاس سے نکلیں تاکہ سب کلاسوں کے بچے ایک ہی جماعت میں منظم
ہو کر خشوع و خضوع کے ساتھ خدائے واحد قہار کے سامنے کھڑے ہو جائیں
اور بچوں کی نماز خصوصاً جب وہ جماعت کے ساتھ ہو۔ اس میں
ایک خاص ذائقہ اس کا خصوصی منظر اور اس کی مخصوص بو ہے اور وہ
ایک ایسا نغمہ ہے۔ جو ہر دل میں خوشی و نشاط پیدا کرتا ہے۔ باقی
رہا اس کا اثر بچہ کے دل میں جو نماز پڑھ رہا ہے تو وہ مرتے دم تک
اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ یہ ایک پاکیزہ بیج اور
تخم ہے جو پاکیزہ زمین میں ڈالا جا رہا ہے جو زنگ اور کینوں سے خالی ہے
اور اگر اچھے کام کرنے والے لوگ جو کہ اپنے اموال میں سے
اللہ کا حق ادا کرتے ہیں مجھ سے مشورہ لیں۔ یا وہ مجھے یہ اموال دیں۔

تو میں انہیں ضرور اسی مد میں خرچ کروں کیونکہ یہ افضل و اکمل ہے اور میں ایک
ایسے شخص کا انتخاب کروں جو اس کا اہل ہو اور اس کے لئے ایک باوقار
تنخواہ مقرر کروں تاکہ وہ بچوں کی نماز اس کے شرائط اور ضروری عبادیات
اسلام کی ان کے مدارس میں یا اپنے گھر میں پا سکیں ایک مسجد میں
ایک وقت معین میں جو ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ ان کے مدرسہ کی
چھٹی کے دن انہیں تعلیم دے۔ اور ان بچوں کے اولیاء اور وارثوں سے
صرف ان کے اکٹھے ہونے میں مدد لے اور اس کے علاوہ انہیں کسی قسم
کی تکلیف نہ دے اور اگر ان حقوق میں سے کچھ میرے پاس بچ جائیں
تو اگر ممکن ہو تو میں مدارس میں ہی بچوں کی نماز کے لئے ورنہ مدارس
کے پہلو میں یا ان کے قریب ہی مساجد بنواؤں اور مجھے پورا یقین ہے
کہ ایسی مساجد کا ایک پتھر ان ہزار مسجدوں سے بہتر ہے جو ایسی
بستی میں قائم ہیں جو تقریباً خالی ہوتی ہیں یا ایسے محلوں میں ہیں کہ
جن میں مساجد تو زیادہ لیکن نماز پڑھنے والے کم ہوتے ہیں۔
اور میری یہ تمنا ہے کہ مومنین کا ایک گروپ بن جائے جو
اہل خیر اور اہل احسان لوگوں سے اس مقصد کے لئے اموال جمع کرے،
اور اگر میری توجہ تالیف کی طرف نہ ہوتی تو میں اس کام کی طرف
سب سے پہلے سبقت کرتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ جماعتیں جو امور خیر
انجام دیتی ہیں جو کہ اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی ہیں انہیں اس اہم کام سے
کونسی چیز مانع ہے کیا اللہ تک پہنچنے کا کوئی راستہ اس سے بہتر ہے

اور کیا کوئی مورد و محل خدا کے مال کے صرف کرنے کا اس سے بہتر اور بچے کے دل کو ایمان سے مالامال کرنے اور خدا کی عبادت کا عادی بنانے سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے؟

اور میں گمان نہیں رکھتا کہ کوئی شخص امام حسینؑ کے عبدالرحمٰن سلمی کے ساتھ سلوک کرنے کے واقعہ سے جاہل ہو کہ امام علیہ السلام نے اسے ہزار دینار اور ہزار حلّہ (لباس) دیا اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ چونکہ اس شخص نے آپ کے ایک بچے کو سورۃ الحمد کی تعلیم دی تھی۔ جب آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے اس کو دیا ہے وہ اس کی بخشش کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے؟

اور عجیب اتفاق ہے کہ کویت کا ایک طالب علم جو بیروت کی امریکہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے مجھے ملنے کے لئے آیا اور میں اتفاقاً یہی سطور لکھ رہا تھا اور وہ ایک مومن گھر کا فرد ہے جو دین اور شعائرِ دینیہ کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور جب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا تو کہنے لگا کہ میرے دل میں ایک بات چکر لگاتی رہتی ہے کہ جس نے مجھے تنگ کر رکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ بات آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

میں نے کہا کہ بسم اللہ

تو وہ کہنے لگا کہ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو میرا نفس یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تیری یہ نماز کچھ نہیں کیونکہ یہ تو صرف تمتمات (لا طائل) ہے

ہے (اس کی تعبیر میں) نہ اس میں خشوع ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی طرف اس کے غیر سے ہٹ کر توجہ ہے اور مجھے یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ یہ نماز خدا کی بارگاہ میں قبول ہی نہ ہو۔ آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ تیرا یہ خوف کہ وہ قبول نہیں ہے اس کی قبولیت کی دلیل ہے۔

علاوہ ازیں اسلام نے سارے دین کو نماز کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے جو نماز کو قائم کرتا ہے اس نے دین کو قائم کیا ہے اور جو نماز کو ترک کرتا ہے اس نے دین کو ترک کیا ہے۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ نماز خدا اور بندے کے درمیان ربط کا ایک علاقہ ہے اور یہ علاقہ مضبوطی اور کمزوری کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ کبھی تو اس میں مثلاً لوہے جیسی مضبوطی ہوتی ہے اور کبھی وہ تارِ عنکبوت کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہے وہ علاقہ ہی جیسے بھی ہو اور وجود عدم سے بہتر ہے۔ چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے اتق اللہ بعض التقی وان قل واجعل بینک وبین اللہ ستراً وان رق ۔ اللہ سے کچھ نہ کچھ ڈرو چاہے تھوڑا ہی ہو اور اپنے اور خدا کے درمیان ایک پردہ قرار دو چاہے پتلا ہی ہو۔ پھر میں نے اس کے سامنے بعض ان چیزوں کا ذکر کیا جو میں نماز کے متعلق تفسیر کاشف کی پہلی جلد میں کہہ چکا ہوں تو وہ مطمئن ہو گیا اور کتنی اچھی بات ہے اگر نوجوان ان تمام چیزوں کے متعلق سوال کریں جو ان کے دل میں دین کے اصول و فروع کے متعلق چکر لگاتی ہیں بشرطیکہ

وہ سمجھنے کے لئے پوچھیں نہ کہ سرکشی کے طور پر اور ان پر واجب ہے کہ وہ سوال کریں بلکہ وہ پوچھنے میں اصرار کریں ۔ اور ہم پر لازم ہے کہ ہم وسیع الصدر ہو کر ان کے سوالات سنیں اور انہیں اس طرح جواب دیں کہ وہ ان پر حجت ہوں اور ہمارے لئے بارگاہ خدا میں عذر بن سکیں اور میں رشک کرتا تھا اور خوش ہوتا تھا ان سوالات سے جو دین کے متعلق بحرین کے نوجوانوں اور طالب علموں کی طرف سے میرے وہاں کے پہلے اور دوسرے سفر کے دوران میں ہوتے تھے اور میں ان کے جوابات دیتا تھا۔ یا ان میں سے اکثر کے جوابات لاؤڈ سپیکر میں اور منبر کے اوپر دیتا تھا اور حاضر و غائب افراد اس سے مستفید ہوتے تھے ان چیزوں کے علاوہ چونکہ ہم اہل علم دینی ہیں ہم پر بہت بڑی ذمہ داری اور جواب دہی ہے اس زمانہ میں کہ جس میں مادیت نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

اور ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ ان تمام شبہات کے جوابات اور تہمات کی تردید اور ہمارے بچوں کو نماز اور اس کے شرائط کی تلقین کے در پے ہو۔ کہ جو اس کے شایان شان ہوں اور یہ مہم کام ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقدور ہے بغیر انتشار کے جب وہ اس کے شایان شان ہو؟ لیکن اسے کوئی کرتا نہیں اور کیوں نہیں کرتا؟ چونکہ اس کی طرف جانا اس کی ذلت ہے حالانکہ یہ چیز عنوان دین ہے تو کیا بچوں کو نماز کی تلقین کرنا دین کے لئے ذلت ہے ؟

اور اگر تھوڑا سا غور و فکر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے اس عمل میں دنیا و آخرت کی عزت ہے اور یہ اس زمانہ میں افضل ترین جہاد کی قسم ہے جس میں دین دار کم اور دین سے سرکشی کرنے والے زیادہ ہیں۔ اور خداوند عالم سے یہی سوال ہے کہ وہ ہم سب کو ان چیزوں کی توفیق دے کہ جس میں اس کی رضا ہے کہ ہم ان پر قائم رہ کر اس کی بارگاہ میں اور اس کی مخلوق کے سامنے عذر پیش کر سکیں اور سرخرو ہوں اور رحمت نازل ہو محمد و آل محمد پر۔

تنبیہ:۔ میں ہر خواہشمند کو اس کتاب کے طبع کرنے اور مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ بغیر اس کے کہ اس سلسلہ میں مجھ سے رجوع کرے بشرطیکہ وہ اسے بغیر قیمت کے مفت تقسیم کرے اور اگر بغرض تجارت اس کو چھاپنا چاہے تو پھر مجھ سے مراجعت کی جائے۔

الاثنا عشریہ

(بارہ امامی شیعہ)

اثنا عشریہ ایک صفت ہے کہ جس کا اطلاق ان شیعہ امامیہ پر ہوتا ہے جو بارہ اماموں کے قائل ہیں کہ جن کا یقین ان کے ناموں کے ساتھ ہوا ہے۔

تمہید:- باقی ادیان کی طرح دین اسلام بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہونے کی مصیبت سے دوچار ہوا ہے۔ پھر ہر فرقہ مرور زمانہ کے ساتھ کئی ایک فرقوں میں بٹ گیا ہے۔ اور تاریخ میں اس کے کئی شواہد موجود ہیں۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (هود) ترجمہ:- اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت قرار دیتا اور یہ تو ہمیشہ ہی اختلاف کرتے رہیں گے۔ اور یہ اختلاف صرف چند گروہوں اور مختلف ادیان والوں میں سے بعض کا صرف بعض کے ساتھ رکھنے پر جا کر نہیں ہوتا۔

بلکہ ان سے تجاوز کر کے ایک ہی دین کے ماننے والوں تک جا پہنچتا ہے اور ہمیں کسی دین کے ماننے والے ایسے معلوم نہیں کہ جن کا ایک ہی عقیدہ پر تمام جہات سے اتفاق و اتحاد ہو اور وہ مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے نہ ہوں۔ لیکن اس اختلاف و نزاع کے باوجود جو کبھی کبھی جنگ جدال تک بھی پہنچ جاتی ہے پھر بھی ہر گروہ کے مختلف فرقوں میں ایک قدر جامع ہوتی ہے جو انہیں جمع کئے رہتی ہے۔ اور انہیں اصل دین کے ساتھ مربوط رکھتی ہے ورنہ وہ ایک دین کے فرقے نہ کہے جائیں۔

لہذا ہر فرقہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس دین کا کچھ حصہ لئے ہوئے ہو۔ باقی رہی اس حصہ کی مقدار اور یہ کہ کونسا فرقہ اصل دین کیساتھ کتنی مناسبت و ملائمت رکھتا ہے تو یہ بات زیادہ پیروکاروں ان کی قوت و طاقت اور سلطنت کی وجہ سے نہیں پہچانی جا سکتی۔

اسلامی فرقے:- جو بات ہماری سمجھ میں آتی ہے اور جسے ہم راجح قرار دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلامی فرقوں کے اختلاف اور تفرقہ کے اسباب باوجود اس ربط کے جو ان کے درمیان ہے۔ وہ قوی ہو یا ضعیف و کمزور وہ صرف ایک ہے جو مفہوم میں متحد اور مصداق کے لحاظ سے مختلف ہے۔

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ ابتداء اسلام میں اسلام کی طرف منسوب ہوئے ہیں ان میں سے بعض تو حقیقی طور پر اور صدق دل سے منسوب ہوئے اور بعض شکل و صورت اور ظاہری طور پر اس کی

طرف ان منافع کے ماتحت آئے ہیں جو انہیں اس نسبت کی وجہ سے حاصل ہوئے بالکل اسی طرح جیسے بہت سے لوگ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ شخصی منافع کی بنا پر منسلک ہو جاتے ہیں۔

اور ان اسباب میں یہ بھی ہے کہ وہ تعلیمات جو نبی اکرمؐ لیکر آئے تھے۔ وہ پورے طور پر آپ کے زمانہ میں اور آپ کی زندگی میں عملی طور پر منطبق نہیں ہوئیں اور جب ان کی تطبیق اور ان پر عمل کرنے کا زمانہ آیا تو ہر ایک نے انہیں اپنے زاویہ نگاہ، اپنے ماحول، اپنے مقصد ذاتی اور اپنی عقل کی منطق سے دیکھا۔ علاوہ ازیں بہت سے تعلیمات جو نبی اکرمؐ کی طرف منسوب ہیں انہیں آپ نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ پیروکاروں نے آپ کے اشارہ یا کچھ تصرف سے استنباط کیا یا کسی ایسی چیز سے کہ جسکا مقصد پورے طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ بلکہ ان احکام میں بھی اختلاف کیا کہ جن کی تطبیق اور ان پر آپ عمل کر چکے تھے اس میں شک نہیں کہ آپ نے سینکڑوں مرتبہ ہزارہا مسلمانوں کے سامنے وضوء کیا۔ باوجود اس کے اہل سنت اور شیعہ حضرات کے درمیان صورت وضوء میں اختلاف ہے اور ہر فرقہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ اس طرح وضو کرتے تھے نہ کہ اُس طرح۔

ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام کے پیروکاروں کا ایک گروہ آنکھیں بند کر کے ایک شخص پر وثوق کر بیٹھا ہے۔ اور دین وعقیدہ کی حد تک اس کی ولاء ومحبت کا دم بھرتا ہے اور دوسرا فرقہ اسے

متہم سمجھتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے۔

خلافت:۔ ان اسباب اور ان کے علاوہ دیگر اسباب کی بناء پر مسلمان کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ اور انہیں حدود اور موانع کھڑے ہو گئے ہیں اور ان میں سے اہم ترین حد بندی کا سبب مسئلہ خلافت اور وہ چیزیں ہیں جو اس سے ملحق ہیں، خصوصاً وہ طریق کار کہ جس سے رسولؐ کے بعد خلیفہ کا تعین وتقرر ہونا چاہیئے۔

اور کیا وہ تعین کا طریقہ نصّ رسولؐ ہے یا اعیان وبزرگ لوگوں کا کسی کو منتخب کرنا ہے۔ شیعہ حضرات پہلے طریقہ کے قائل ہیں اور اہل سنت دوسرے کے۔

اور ہر ایک کا ایمان اس کے اپنے اس نظریہ کے ماتحت ہے اور اس کا یہ ایمان اس کے عقیدہ اور نظام زندگی کا جزء بن چکا ہے اور یہ چیز جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں صرف اس نہج اور طریق میں اختلاف ہے کہ جس سے خلافت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اصل خلافت میں اختلاف ہے۔ تو اب یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا عقیدہ ہے غلط ہے جب کہ دونوں اس فکر کی اصل اور بنیاد میں متفق ہیں اور یہ کہ اس کی اسناد دین کی طرف ہے اس اعتبار سے کہ خلافت ریاست عمومی ہے دین ودنیا میں رسولؐ کی نیابت میں اس پر تمام کا اتفاق ہے تو اب خلافت صرف شیعہ فکر یا سنی فکر نہیں بلکہ یہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ البتہ یہ فکر کہ خلافت نصّ رسولؐ سے

ہے شیعہ نکر ہے کیونکہ اہل سنت اس کے قائل نہیں جیسا کہ نکر انتخاب سنی نکر ہے چونکہ شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

اور بعد اس کے کہ اہل سنت نے تعیین خلیفہ کا دار و مدار اور قناط وجیہہ اشخاص اور اعیان کے انتخاب پر رکھا کہ جن کو وہ اہل حل و عقد سے تعبیر کرتے ہیں تو ان کی اس رائے کو صالح اور نیک بنانے کے لئے انہوں نے کہا کہ یہ جماعت اہل حل و عقد بزرگوں کی خطا اور غلطی سے منزہ اور معصوم ہے اور یہ کہ خداوند عالم انہیں حق اور درستی کی طرف ہدایت کرتا ہے اس حدیث کی بناء پر کہ لا تجتمع امتی علی ضلالۃ کہ میری امت کا اجتماع اور اتفاق گمراہی پر نہیں ہو گا۔ اور اس روایت کی وجہ سے جسے بخاری نے اپنی صحیح کتاب الاحکام میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اپنے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھے کہ جسے وہ پسند نہ کرے تو اسے صبر کرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت دور ہو کر مر جائے تو وہ جہالت کی موت مرتا ہے۔

اور شیعوں نے اس حدیث کی اور ہر اس حدیث کی تردید کی ہے جو جماعت کی عصمت کی متضمن ہو کیونکہ جماعت خطا کر سکتی ہے۔ بلکہ سورہ اعراف کی آیت ۱۸۷ میں آیا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے تو پھر کم لوگ تو بدرجہ اولیٰ علم نہیں رکھتے اگرچہ وہ اصل حل و عقد ہی کیوں نہ ہوں۔ علاوہ ازیں شیعہ اور سنی کا اس پر اتفاق ہے کہ جو حدیث رسولؐ کی طرف منسوب ہو کر آئے

ضروری ہے کہ اسے پہلے کتاب خدا پر پیش کیا جائے اگر ایک کا معنی دوسری سے ٹکراتا ہو یا اس سے متناقض ہو تو ضروری ہے کہ حدیث کو چھوڑ دیا جائے اور اس میں شک نہیں کہ آیت وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور عصمت جماعت والی حدیث میں تناقض واضح ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس حدیث کو طرح کیا اور چھوڑ دیا جائے

اور نیز بعد اس کے کہ شیعوں نے تعیین خلیفہ کا دار و مدار نص نبیؐ پر رکھا ہے کہ وہ اسے نام و شخص کے ساتھ معین کرے انہوں نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ بن ابی طالبؑ پر ان کے نام و شخص اور نسب کے ساتھ نص کی ہے۔ اور ان کے لئے عقد خلافت اپنے بعد تمام مسلمانوں کے لئے باندھا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ علیؑ کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو اور انہیں یہ بتایا ہے کہ علیؑ کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت ہے اور شیعوں نے مسند امام احمد بن حنبل کی جلد ۱ اور تاریخ طبری کی جلد ۲ اور تاریخ ابن اثیر کی جلد ۲ اور نیشاپوری کی مستدرک الصحیحین کی جلد ۳ اور السیرۃ الحلبیہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۲۶ الشعراء (اور ڈرا اپنے قریب ترین قبیلہ کو) اپنے قبیلہ کو اپنے گھر میں جمع کیا اور بعد اس کے کہ وہ آپ کے دستر خوان سے کھانا کھا چکے تو انہیں علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ھٰذَا اَخِیْ وَ وَصِی

وَخَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْا یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے پس اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور استاد محمد عبداللہ عنان مصری نے اپنی کتاب تاریخ الجمعیات السریۃ میں اس مقام پر حاشیہ لگایا ہے اور کہا ہے کہ یہ بات کہنا غلط ہے۔ کہ شیعہ پہلی دفعہ اس وقت ظاہر ہوئے جب خوارج نے پھوٹ ڈالی تھی بلکہ شیعوں کی ابتداء اور ظہور رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ہوا ہے۔ جب آنحضرتؐ کو اپنے قبیلہ کے انذار کا حکم اس آیت سے ملا تھا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ پھر اس حدیث کو آخر تک بیان کیا ہے۔

اور علماء شیعہ اثنا عشریہ نے علی علیہ السلام پر نص کے سلسلہ میں متعدد کتب لکھی ہیں اور ان کتب میں سنی اور شیعہ طرق سے آیات و احادیث کو جمع کیا ہے۔ ان کتب میں سے شافی سید مرتضیٰؒ کی اور نہج الحق علامہ حلی کی اور دوسری جلد دلائل الصدق مظفر کی اور نقض الوشیعہ اور اعیان الشیعہ کی پہلی جلد سید امین کی اور مراجعات شرف الدین کی اور غدیر امینی کی ہے (رضوان اللہ علیہم)

اور جو کچھ ہم اب تک بیان کر آئے ہیں اب اس کا خلاصہ بتاتے ہیں پہلی بات یہ کہ عصمت کا نظریہ صرف شیعہ کی فکر اور ان کا قول نہیں بلکہ اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں اور ان میں اختلاف تطبیق میں ہے۔ اہل سنت جماعت کے لئے عصمت قرار دیتے ہیں اور شیعہ امام منصوص علیہ کے لئے لہٰذا اس فکر کی نسبت نظریہ کے لحاظ سے اہل سنت کو چھوڑ

کر شیعوں کی طرف دینا غلط اور اشتباہ ہے بالکل اسی طرح جیسے خلافت کی فکر کو سنیوں کو چھوڑ کر صرف شیعوں کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ علیؑ پر ذاتی طور پر نص کے وارد ہونے کی فکر و نظریہ دینی اور اسلامی ہے جس کی استناد کتاب و سنت ہے نہ یہ کہ یہ سیاسی نظریہ اور فکر ہے۔ جس طرح کہ کہا گیا ہے کہ اس کا مرکز حق وراثت ہے حکم کے لحاظ سے اور نہ ہی یہ صرف عطوفت و میلان کی فکر ہے کہ جس کا ماخذ صرف علیؑ و محمدؐ کے درمیان قرابت نسبی اور عصبی ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ علی علیہ السلام کی خلافت کی نص کا مبداء اور اساس ہی بنیادی فرق ہے اور دونوں حائل ہو گئے۔ یہ سنی اور شیعہ ہیں کہ جس کو مقام اول حاصل ہے ایمان و عقیدہ، تعدد فرق اسلامیہ میں اور اس کا بہت زیادہ اثر ہے سیاست اور فلسفہ علم کلام فقہ تفسیر حدیث تصوف اور ادب اسلامی میں ہر مقام پر نہ کہ وہ قصے اور کہانیاں کہ جن سے کتاب خدا رسولؐ علیؑ اور ان کے فرزند علیہم السلام اور حقیقی شیعہ بری ہیں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو ہمارے متعلق حق بات کرے۔

شیعہ کی ابتداء :-

شیعہ کہتے ہیں

کہ رسول اللہؐ ہی نے علیؑ کی شیعیت کا بیج نفس اور اس مدح و ثنا

اکر جیسی مدح وثنا کسی اور صحابی کی نہیں کی، کے ذریعہ ہو رہا ہے۔

جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے اے علیؑ تجھ سے محبت نہیں کرے گا۔
مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

اور آپ کا ارشاد ہے علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے بلکہ آپؐ نے ہی علیؑ کی پیروی کرنے والوں پر لفظ شیعہ کا اطلاق اور استعمال کیا ہے اور انہوں نے ہی ان کا یہ نام رکھا ہے۔ جبکہ آپؐ نے علیؑ سے یہ فرمایا کہ اے ابوالحسن تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہیں اور فرمایا تم اور تمہارے شیعہ راضی و مرضی ہو کر آئیں گے۔

شیعوں نے یہ حدیث ابن حجر شافعی کی کتاب صواعق محرقہ سے نقل کی ہے۔

اور البتہ اس بیج کا سب سے پہلے ظہور اس وقت ہوا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور ابوبکرؓ کی بیعتِ خلافت کی گئی۔ جب کہ علیؑ آپؐ کے شیعہ اور آپؐ کے انصار نے بیعت سے انکار کر دیا اور وہ (بقول اہل سنت کے) پورے چھ ماہ تک بیعت سے انکاری رہے۔ اس دوران کے (تمام مؤرخین اور پرانے اور نئے لکھنے والوں نے ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے آخری شخص مصری نویسندہ احمد عباس صالح ہے اس نے ایک مسلسل مقالہ لکھا ہے، الیمین والیسار کے عنوان سے مجلہ کاتب میں جو قاہرہ میں چھپتا ہے اس میں سے عدد بنایر کانون ثانی ۱۹۶۵ء میں کہتا ہے کہ جس وقت نبی اکرمؐ نے وفات پائی

تو زیادہ تر مسلمان اس نظریہ کے ساتھ تھے کہ جس کو علیؑ اور اصحاب علیؑ اپناتے تھے کیونکہ اس نظریہ کے زعیم اور سربراہ خود نبی اکرمؐ تھے اور وہی اس کے مبادی اساسی کی بنیاد رکھنے والے تھے۔ اور اس نے عدد فبرائر شباط ۱۹۶۵ء میں کہا ہے۔ کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں سے ایک کبیر اور بڑی جماعت یہ اعتقاد رکھتی تھی کہ علیؑ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے زیادہ حقدار خلافت ہے۔

اور یہ شیعیت کا بیج پھیلنا اور بڑھنا شروع ہوا اور مختلف ازمنہ اور اسلام کی اجتماعی اصلاحی تحریکوں کے ساتھ ساتھ پے در پے پھیلتا اور بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ اصحاب اور پہلے طالبان حق اور صالحین و مخلصین کا عقیدہ ہو گیا یہ اس بنا پر چونکہ علیؑ اسی طریق اور راستہ پر چلتے تھے کہ جسے رسول اکرمؐ نے بنایا تھا۔ مسعودی مروج الذہب میں کہتا ہے کہ میدان صفین میں علیؑ کے ساتھ نوے ہزار مسلمان تھے کہ جن میں سے دو ہزار آٹھ سو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے

بارہ خلیفے:۔

اہل سنت اور شیعہ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تحقیق خلافت قریش میں ہے اور ان خلفاء کی تعداد بارہ ہے۔ صحیح بخاری ج ۹ کتاب الاحکام میں آیا ہے جس کے بعینہ الفاظ یہ ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْھُمْ

اِثْنَانِ ۔۔ وَيَكُونُ اِثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا ۔ آپ نے فرمایا یہ امر (خلافت) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک اس کے دو آدمی بھی باقی رہیں ۔ اور بارہ امیر ہوں گے اور ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے کتاب "فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۸۳ طبع ۱۳۰۱" میں کہا ہے اس امت کے کتنے خلیفے مالک بنیں گے پس انہوں نے فرمایا بارہ نقبا بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر اور اس بات کا سوائے خوارج کے کوئی مخالف نہیں ہے کیونکہ خوارج کہتے ہیں کہ خلافت قریش میں منحصر نہیں بلکہ سب لوگ اس میں برابر ہیں ۔

اور بعد اس کے کہ اہل سنت اور شیعہ متفق ہیں کہ خلافت قریش میں منحصر ہے شیعہ کہتے ہیں کہ قریش میں سے افضل بنی ہاشم ہیں ۔ اس حدیث کی بنا پر جو مسلم نے اپنی صحیح ج ۲ م بعنوان کتاب الفضائل بیان کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ بے شک خداوند عالم نے اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ سے چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم میں سے چنا ۔ اور مزید مسلم نے ہی کتاب مذکور میں فضائل علیؑ بن ابی طالبؑ کے عنوان میں لکھا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا اما بعد یاد رکھو اے لوگو بیشک میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پروردگار کا قاصد آ جائے اور میں اس کے پیغام کو قبول کروں اور بیشک میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں ہدایت اور نور ہے ۔ پس کتاب خدا کو

پکڑے رہنا اور اس سے تمسک رکھنا اور میرے اہل بیت میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں ۔ آپ نے یہ فقرہ تین مرتبہ فرمایا ۔

شیعہ کہتے ہیں کہ جب ہم ان تین احادیث کو جمع کرتے اور ایک دوسرے سے ملاتے ہیں کہ خلافت قریش میں ہے ۔ قریش میں سے بنی ہاشم چنے ہوئے ہیں ۔ اور دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور ان میں سے بعض کا بعض پر عطف کریں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خلافت رسولؐ خدا کے اہل بیتؑ میں منحصر ہے اور وہ علیؑ اور اس کے بیٹے ہیں ۔

پس اہل سنت شیعہ کے ساتھ اس میں متفق ہیں کہ خلافت کا ہونا ضروری ہے اور وہ صرف قریش میں منحصر ہے اور آئمہ (خلفاء) کی تعداد بارہ ہے البتہ اہل سنت شیعہ سے دو چیزوں میں اختلاف کرتے ہیں (۱) خلافت کا بنی ہاشم میں منحصر ہونا اور خصوصاً علیؑ و اولاد علیؑ میں اور (۲) بارہ اماموں کے نام و نسب کے تعین میں ان دو باتوں میں اختلاف کرتے ہیں باقی رہی اصل بارہ آئمہ کی فکر و نظریہ تو وہ اہل سنت اور شیعہ بارہ اماموں میں محل اتفاق ہے تو اب اس بنا پر بارہ امام کے خلیفہ ہونے کی فکر اسلامی ہے جو جانبین کو شامل ہے نہ صرف سنی فکر ہے اور نہ صرف شیعہ بالکل اسی طرح جیسے عصمت اور فکر خلافت مبداء اور قاعدہ کے لحاظ سے مشترک ہے ۔

باقی رہی یہ بات کہ صرف شیعہ کے اس فرقہ کو اثنا عشریہ کا نام دینے کا سبب کیا ہے ۔ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ اہل سنت بھی بارہ

اماموں پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ اس فرقہ کا بارہ اماموں کے اسماء واعیان معین نام و شخص کے تعین پر اتفاق و اجماع ہے اور اہل سنت کے ہاں اختلاف ہے پس ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ بارہ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے اور وہ عنقریب پیدا ہوں گے اور وہ مہدیؑ منتظر کے ظہور اور ان کی وفات کے بعد زمین کے مالک بنیں گے اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ بارہ سے مراد اصحاب رسولؐ کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ آپ کے اصحاب کا معاملہ اور حکم آپ سے مربوط ہے۔

اس بناء پر عثمان اور مروان (معاویہ) کے علاوہ بنی امیہ کے بارہ افراد امام ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں صحابی ہیں اس نظریہ کے بلحاظ پہلا امام ان آئمہ میں سے جو نبی اکرمؐ کی مراد تھے۔ یزید بن معاویہ ہوگا۔ پھر اس کا بیٹا معاویہ پھر عبدالملک اور اس کے چار بیٹے ولید و سلیمان و یزید و ہشام اور عمر بن عبدالعزیز و ولید بن یزید و یزید بن ولید اور اس کا بھائی ابراہیم اور مروان حمار اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ آئمہ ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؑ معاویہ اس کا بیٹا یزید عبدالملک اس کے چار بیٹے اور عمر بن عبدالعزیز ہیں اور بعض ان میں سے کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ زمانہ اسلام میں قیامت تک بارہ اماموں کا وجود ہوگا۔ اگرچہ وہ پے در پے نہ ہوں ان کے علاوہ بھی اقوال موجود ہیں۔ فتح الباری عسقلانی ج ۱۳ ص ۱۸۳ طبع ۱۳۰۱ھ۔

بارہ امامی فرقہ :۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شیعت کا بیج رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ہی بویا گیا ہے اور اس کا ظہور ابو بکر کی بیعت کے وقت ہوا ہے۔ اور جنگ صفین کے دن وہ پھلا اور پھولا ہے۔ پس علیؑ کا فرقہ۔ فرق اسلام میں سے پہلا ہی فرقہ ہے جو آپ کی زندگی میں پیدا ہوا اور وہ آپ کی ولاء و محبت پر آپ کی شہادت تک ثابت قدم رہا۔ البتہ آپ کے بعد اس کے کئی فرقے ہوئے۔ جنمیں سے اکثر ختم ہو گئے۔ اور زمانہ کے ساتھ مٹ گئے اور ان میں سے بعض اسوقت تک قائم و ثابت ہیں اور آخر تک رہیں گے باوجود ان حملوں اور گردشوں کے جو ان کے مٹانے اور تباہ کرنے میں لگی رہیں اور یہی حال ہے تمام فرقوں کا کون سا ایسا فرقہ ہے کہ جس پر تنازع بقاء اور بقاء اصلح کا قاعدہ منطبق ہوتا ہے بالکل درخت کی ٹہنیوں کی طرح جو کہ ایک ہی اصل سے پھوٹتی ہیں پس وہ اگتی ہیں اور بڑھتی رہتی ہیں اور وہ اس پھل و پھول سے بار آور ہوتی ہیں جو بقاء اور استمرار کی صلاحیت رکھتی ہیں اور جن میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی وہ خشک ہو کر گر جاتی ہیں۔ ختم ہو جانے والے شیعہ فرق میں سے ایک وہ فرقہ ہے جو کہتا تھا کہ حضرت علیؑ شہید نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ وفات پائیں گے جب تک زمین کو عدل و انصاف سے پُر نہ کر لیں۔

ایک فرقہ آپ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل تھا جو کیسانیہ

کے نام سے مشہور تھا اور ان فرقوں میں سے جو کہ آج تک باقی ہیں ایک فرقہ اثنا عشریہ یا بارہ امامی ہے۔ جنہوں نے جناب حسنؑ بن علیؑ کی امامت کو ان کے والد گرامی کے بعد لازم پکڑے رکھا کیونکہ نبی اکرمؐ نے ان پر اور ان کے بھائی حسینؑ پر نص کی تھی اپنے اس ارشاد کے ساتھ ولدای ھٰذان امامان قاما او قعدا میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں اور اس نص کی بنا پر امامت پر حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کی طرف منتقل ہوئی پھر حسینؑ نے امامت کی وصیت اپنے بیٹے علیؑ زین العابدینؑ کے لئے کی اور انہوں نے اپنے بیٹے محمد باقرؑ کے لئے اور جناب باقرؑ نے اپنے بیٹے جعفر صادقؑ کے لئے پھر صادقؑ نے موسیٰ کاظمؑ کے لئے پھر کاظمؑ نے اپنے بیٹے علی رضاؑ کے لئے پھر علی رضاؑ نے اپنے بیٹے محمدؑ جوادؑ کے لئے پھر جوادؑ نے اپنے بیٹے علی ہادی نقیؑ کے لئے اور انہوں نے اپنے بیٹے حسنؑ عسکریؑ کے لئے وصیت کی اور ان سے امامت ان کی وصیت سے ان کے بیٹے م ح مؑ بن الحسنؑ کی طرف منتقل ہوئی اور آنجناب ہی مہدی منتظر ہیں جو والد کی وفات کے بعد پردہ پوش ہو کر غائب ہو گئے اور یہ ۲۵۶ھ کی بات ہے۔

اور میں نے ایک کتاب لکھی ہے کہ جس کا نام ہے المھدی المنتظر والعقل۔ اور میں نے اس نکتہ کو حجت عقلی کے قریب کیا ہے اور کچھ شیعہ و سنی تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ جو مہدی علیہ السلام کے متعلق

لکھی گئی ہیں پھر میں نے کتاب مہدی کو کتاب "الاسلام والعقل" میں درج کیا ہے۔

اور یہ وصیت میں تسلسل ایک امام سے دوسرے امام کی طرف شیعہ اثنا عشریہ کا بنیادی عقیدہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک امام صرف وہ ہے کہ جس پر بلا واسطہ یا بواسطہ امام منصوص علیہ ہی نص کرے اور اسی بنا پر ہی امامت ایک منصب الٰہیہ ہے جو نبوت کے دوسرے درجہ پر آتی ہے پس نبی اللہ کی طرف سے تبلیغ کرتا ہے اور امام نبی کی طرف سے۔

یہ ہیں فرقہ اثنا عشریہ کے بارہ امام کہ جن کے وجود پر ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے باوجود ان مظالم اور مصائب کے جو ان پر ڈھائے گئے ہیں۔

شیعوں کے عقائد۔

ہر وہ انسان جو اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو اس کو واضح اور ظاہر طور پر اثنا عشریہ شیعہ کے عقائد مل سکتے ہیں کہ جن کو وہ زیادہ باوثوق مصادر اور صاف ستھرے مراجع و مآخذ سے حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے قدیم اور متاخر علماء نے اس موضوع پر متعدد کتب لکھی ہیں۔

بطور مثال ان میں سے اعتقادات الصدوقؒ اور اس کی شرح ہے شیخ مفیدؒ کی۔ نیز شیخ مفیدؒ کی اوائل المقالات اور قواعد العقائد خواجہ

نصیر الدین الطوسی کی اور اس کی شرح علامہ حلی کی اور شرح باب حادی عشر حقداذ کی اور نقض الوشیعہ سید محسن امین کی اور اصل الشیعہ واصولہا شیخ محمد حسین کاشف الغطاء کی اور عقیدۃ الشیعہ الامامیہ سید ہاشم معروف کی۔ اور عقائد الامامیہ شیخ مظفر کی اور الشیعہ والتشیع اور مع الشیعہ الامامیہ مؤلف کی۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح خطا اور التباس میں پڑ سکتا ہے وہ شخص جو اس فرقہ کے عقائد سے معترض ہوتا ہے۔ باوجود ان کے کثیر مصادر کے اور ان کے نشر ہونے کے اور جو کچھ بھی ہو پس شیعہ اثنا عشریہ معتقد ہیں توحید عدل نبوت قیامت کے اور روزہ نماز حج خمس زکوٰۃ کے وجوب کے اور ہر اس چیز کے جو قرآن کریم میں آئی ہے اور جو رسول کریمؐ سے تواتر یا ثقات کے نقل سے ثابت ہے اور شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ نقل کی تاویل ضروری ہے ایسی کہ جس سے وہ عقل سے متفق ہو جائے اور یہ کہ قرآن یہی کچھ ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے نہ اس میں کوئی زیادتی ہوئی اور نہ نقصان اور وہ باب اجتہاد کے کھلے ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ صاحبان معرفت اور اس کے اہل لوگوں کے لئے اور یہ کہ جاہل امور شرعیہ فرعیہ میں عالم کی تقلید کرے اور یہ کہ ہر انسان پر علم کا حصول کفایۃً کر عیناً واجب ہے اور تمام انبیاء اور اپنے بارہ اماموں کی عصمت کا اور خوف و حذر کے وقت تقیہ کا اعتقاد رکھتے ہیں اور عصمت و تقیہ کو تفصیل کے ساتھ ہم نے کتاب الشیعہ والتشیع میں ذکر کیا ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ امامت اصول مذہب میں سے ایک اصل ہے

نہ کہ اصول اسلام سے چنانچہ جو امامت کا منکر ہو وہ مسلمان ہے اور اس کے لئے وہ کچھ ہے جو باقی مسلمانوں کے لئے اور اس پر وہ کچھ ہے جو تمام مسلمانوں پر ہے جب وہ توحید نبوت اور قیامت کا اعتقاد رکھتا ہو البتہ وہ شیعہ امامیہ نہیں ہے۔

اور وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کسی انسان کے متعلق غلو کرنا کسی کی خدائی کا قائل ہونا کفر ہے وہ اہل بیت میں سے ہو یا ان کے غیر میں سے کیونکہ علیؑ کا ارشاد ہے عنقریب میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے حد سے بڑھ کر محبت کرنے والا کہ جسے محبت غیر حق کیطرف لے جائے گی اور حد سے بغض کی وجہ سے حد سے نکل جانے والا کہ جسے بغض غیر حق کی طرف لے جائے گا اس سلسلہ میں لوگوں میں سے بہتر درمیانی قسم ہے اس کو لازم پکڑے رہو۔

اور اثنا عشری شیعہ نے اپنے پانچویں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو اللہ سے ڈرے.... اللہ اور کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور ہم اللہ کے قریب نہیں ہوتے مگر اس کی اطاعت کے ذریعہ پس جو شخص اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہے تو وہی ہمارا ولی و دوست ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت عمل اور ورع و پرہیزگاری کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور شیعہ نے اپنے چھٹے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے

متعلق حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو اور فرمایا جعفرؑ کا شیعہ ہے وہ جس کا شکم اور شرمگاہ حرام سے محفوظ ہوں اور شدت سے کوشش کرے اور خالق کے لئے عمل کرے اور اس کے ثواب کی امید اور عقاب سے خوف رکھے پس جب ایسے لوگوں کو دیکھو تو وہ ہیں جعفرؑ کے شیعہ۔

ایک شیعہ شاعر نے سچے شیعوں کے ایمان و عقیدہ کی توصیف اس طرح کی ہے۔

ان ینطقوا ذکروا وان سکتوا تفکروا   او یغضبوا غفروا او یقطعوا وصلوا
او یظلموا صفحوا او یوزنوا رجحوا   او یسألوا سمحوا او یحکموا عدلوا

جب بولیں تو ذکر کرتے ہیں اور جب خاموش ہوں تو فکر کرتے ہیں اگر انہیں غصہ دلایا جائے تو معاف کر دیتے ہیں اور ان سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اگر ان پر ظلم کیا جائے تو درگذر کرتے ہیں اور انہیں تولا جائے تو بھاری ہو جاتے ہیں اگر ان سے سوال کیا جائے تو سخاوت کی بارش کرتے ہیں اور اگر وہ حکم کریں تو عدل و انصاف کرتے ہیں۔

مہدی منتظرؑ۔

باقی رہے مہدی منتظرؑ تو یہ اسلامی فکر و نظریہ کہ جسے اہل سنت اور شیعہ دونوں گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔ بے شک اہل سنت نے آپ کے متعلق نبی اکرمؐ سے احادیث بیان کی ہیں اور انہیں اپنی کتب صحاح میں تدوین و ذکر کیا ہے اور وہ احادیث کثرت میں حد تواتر تک

پہنچی ہوئی ہیں ان احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جو سنن ابن ماجہ ج ۲ حدیث نمبر ۴۰۸۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مہدیؑ ہوگا کہ جس کی برکت سے میری امت ان نعمات سے مالا مال ہوگی کہ جیسی نعمتیں انہیں کبھی بھی نصیب نہیں ہونگی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسطرح پُر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہوگی۔

اور ان احادیث میں سے وہ ہے جو سنن ابو داؤد سجستانی ج ۲ ص ۴۲۲ طبع ۱۹۵۲ میں ہے اور صحیح ترمذی ج ۹ ص ۷۴ طبع ۱۹۳۴ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے تو خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا۔ یہاں تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کریگا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہوگی اور صاحب اعیان الشیعہ نے جو تھی جزء میں محمد بن ابراہیم حموی شافعی کی فرائد السمطین سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص خروج مہدیؑ کا انکار کرے تو وہ اس چیز کا منکر ہے جو محمدؐ پہ نازل ہوئی ہے اور علماء اہل سنت نے خصوصی جو کتب مہدیؑ کے سلسلے میں لکھی ہیں ان میں سے بعض ہم مثال کے طور پہ ذکر کرتے ہیں ابو نعیم اصفہانی کی کتاب نعت المہدیؑ گنجی شافعی کی البیان فی اخبار صاحب الزمانؑ۔ ملا علی متقی کی البرہان فی علامات مہدی آخر الزمانؑ۔ عباد الرواجنی

کی اخبار المہدی سیوطی کی الحرف الوردی فی اخبار المہدی۔ ابن حجر کی القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر اور جلال الدین یوسف دمشقی کی عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر جو اس نے لطف اللہ الصافی کی منتخب الاثر سے نقل کی ہے۔

باقی رہے وہ علماء اہل سنت جنہوں نے اپنی تالیفات میں خصوصیت سے علیحدہ ابواب قائم کئے ہیں مہدی کے متعلق احادیث کے لئے ان کو تو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان احادیث و مقالات کتب کثیرہ اہل سنت نے بہت سے لوگوں کو یہ جرأت دلا دی کہ انہوں نے اپنے لئے مہدی موعود ہونے کا دعوے کر دیا۔ یہ چیز ہماری کہی ہوئی بات کو ثابت کرتی ہے کہ مہدی منتظر کی فکر و نظریہ کے اہل سنت اور شیعہ بالسویہ قائل ہیں۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے خلافت اور اثنا عشریہ (بارہ اماموں کی فکر ہے مبدء کے لحاظ سے اور ان میں سوائے سمجھنے اور منطبق کرنے کے اور کوئی اختلاف نہیں۔

اور جس طرح جانبین مہدی منتظر کے نظریہ اور فکر میں متفق ہیں اسی طرح اس کے نام نسب کنیت اور لقب میں بھی متفق ہیں اور یہ کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا۔

باقی رہی وہ جہت کہ جس میں ان کا اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ پیدا ہو چکا ہے یا ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔

شیعہ اور اہل سنت کے درمیان زیادہ اہم فرق و اختلافات

علاوہ ان چیزوں کے جو گذر چکی ہیں شیعہ اثنا عشریہ اہل سنت کے ساتھ چند اور چیزوں میں مختلف ہیں ان میں سے بعض کی برگشت عقائد کی طرف ہے اور بعض کی احکام کی طرف۔

ان میں سے جو زیادہ اہم ہیں وہ یہ ہیں۔

معرفت خدا:۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت سمعی طور پر واجب ہے (یعنی اللہ تعالےٰ نے ہی لوگوں پر واجب کیا ہے کہ وہ اسے پہچانیں) نہ کہ عقلی طور پر (کتاب المواقف لایجی متوفی ۷۵۶ھ ۱۳۵۵ء)

۱-۱:۲۵۱ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت عقلاً واجب ہے نہ کہ سمعاً یعنی عقل انسان پر واجب قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے کیونکہ واجب ہونے کی پہچان واجب کرنے والے کی پہچان پر موقوف ہے لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے ہم عقل کے ذریعہ خدا کو پہچانیں پھر ان چیزوں میں غور و فکر کریں جو اس نے واجب کی ہیں اور جو واجب نہیں کیں اور یہ محال ہے کہ ہم اس کے احکام کو پہچانیں۔ جبکہ خود اسکو نہیں پہچانتے باقی رہیں وہ چیزیں جو اس سلسلہ میں سمعی (شرعی) طور پر آئی ہیں۔ مثلاً خدا کا یہ ارشاد کہ فَاعْلَمُوٓا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ علم پیدا کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو یہ حکم عقل کا ربیان اور تقریر ہے۔

نہ کہ تاسیس جدید ہے شارع کی طرف سے ۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا کا دیکھا جانا صحیح ہے المواقف لائجی ۸:۱۱۵

اور شیعہ کہتے ہیں کہ خدا کو دیکھنا محال ہے اور دنیا و آخرت میں اس کا دیکھا جانا نا ممکن ہے ۔

اور شیعہ نے ان آیات کی تاویل کی ہے کہ جن کا ظہور یہ ہے کہ اسے دیکھا جا سکتا ہے ۔

اور انہوں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ خدا عقل و بصیرت سے دیکھا جا سکتا ہے نہ کہ آنکھ و بصارت سے ۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا کی صفات زائد بر ذات ہیں ۔

اور شیعہ کہتے ہیں بلکہ عین ذات ہیں ۔

کلام اللہ :۔

کیا اصل تورات و انجیل اور قرآن کریم کے الفاظ کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے کہ جس کو کلام اللہ کہا جائے ۔ یا کلام خدا یہی الفاظ ہیں جو ان آسمانی کتب میں موجود ہیں ۔

اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ وہ کلام جو ان آسمانی کتب میں موجود ہے ۔ یہ حقیقی کلام اللہ نہیں بلکہ خدا کی کلام قدیم ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے بالکل اسی طرح جس طرح علم و قدرت و ارادہ ہے ۔ اور یہ کلمات جو کہ لکھے ہوتے ہیں کہ جنہیں بولتے ہیں اور خداوند عالم

کی طرف ان کی نسبت دیتے ہیں یہ تعبیریں ہیں اس کلام کی جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے ۔ جس طرح ہمارا کہنا اللہ کا علم اللہ کا ارادہ تعبیر ہے اس کے علم و ارادہ کی جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے ۔

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کلام کو ایجاد کرتا ہے تو اس کی کلام ہی دلالت کرتی ہے اس معنی پر کہ جس کے لئے اس نے وہ لفظ بولا ہے لہذا اس بنا پر کلام اللہ وہی کلمات ہی ہیں جو تورات انجیل اور قرآن میں موجود ہیں ۔

اور یہ کلمات حادث اور مخلوق ہیں اور ان کے حادث مان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا محل حوادث ہو کیونکہ خدا کلام کو ایجاد کرتا ہے جس طرح باقی کائنات کو خلق فرماتا ہے ۔

افعال خدا :۔

اہل سنت یہ کہتے ہیں یہ جائز نہیں کہ خدا کے افعال معلل بالاغراض والعلل الغائیۃ ہوں یعنی خدا کسی غرض و غائیت کو دیکھ کر کوئی کام کرتا ہو کیونکہ نہ کوئی چیز اس پر واجب ہے اور نہ کوئی فعل اس سے قبیح ہے (المواقف ۸ : ۲۰۲ اور شیخ ابو زہرہ کی کتاب المذاہب الاسلامیہ (فصل وحدانیۃ التکوین فقرۃ تعلیل الأفعال) جس کے الفاظ یہ ہیں اشاعرہ یعنی اہل سنت کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے چیزوں کو بغیر علت و سبب کے پیدا کیا ہے کیونکہ یہ چیز خدا کے ارادہ کو مقید

کر دیتی ہے۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ خدا کے تمام افعال مصالح کے تابع ہیں جو لوگوں کی طرف لوٹتے ہیں یا جن کا تعلق نظام عالم کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ "عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ" کی شان ہے۔

امر اور ارادہ:-

اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا جن چیزوں کا حکم دیتا ہے اور جنہیں چاہتا ہے ان میں تلازم نہیں اور جن سے منع کرتا ہے۔ اور جنہیں برا سمجھتا ہے انہیں بھی تلازم نہیں بلکہ کبھی خدا ایسی چیز کا حکم دیتا ہے جسے پسند نہیں کرتا اور منع کرتا ہے اس چیز سے جسے پسند کرتا ہے المواقف ۸: ۱۷۶۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ جب خدا کسی چیز کا حکم دے تو یہ اس کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے اور جب وہ کسی چیز سے منع کرے تو یہ اس کے ناپسند کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ محال ہے کہ وہ ایسی چیز کا حکم دے کہ جسے وہ پسند نہیں کرتا اور ایسی سے منع کرے کہ جسے پسند کرتا ہے۔

اطاعت گذار پر عقاب اور گنہگار کو ثواب دینا۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ عقل اللہ تعالے کے لئے یہ جائز قرار دیتی

ہے کہ وہ اطاعت گذار کو عقاب اور سزا دے اور گنہگار کو ثواب اور جزا دے کیونکہ مطیع اپنی اطاعت کی وجہ سے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا اور عاصی اپنی معصیت کی بناء پر عقاب کا مستحق نہیں اور نیز عقل جائز سمجھتی ہے کہ خدا وعدہ خلافی کرے (المواقف ۸: المقصد الخامس والسادس من المرصد الثانی فی المعاد) (المذاہب الاسلامیہ لابی زہرہ فصل بعنوان منہاجہا ذا الکرقم ۱۰۴)

اور شیعہ کہتے ہیں کہ عقل یہ جائز نہیں سمجھتی کہ خداوند عالم مطیع کو عقاب کرے البتہ یہ جائز قرار دیتی ہے کہ وہ گنہگار پر فضل وکرم کرے بالکل اسی طرح جیسے تیرے لئے یہ جائز ہے۔ کہ تو اس شخص پر فضل ومہربانی کرے جو تیرے ساتھ برائی کرے لیکن یہ تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس سے برائی کرے جو تیرے ساتھ نیکی کرے۔

جبر و اختیار:-

اہل سنت کہتے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال وہ اچھے ہوں یا برے اللہ کی طرف سے ہیں۔ اور بندوں کی قدرت وطاقت کی ان میں کوئی تاثیر واثر نہیں اور تکلیف مالا یطاق (جس کی انسان طاقت نہیں رکھتا) اللہ کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور کوئی چیز اس پر واجب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے قبیح ہے۔ (کتاب المواقف ۸: المقصد الاول والثانی والسابع من المرصد

السادس فی افعالہ تعالیٰ)

اور شیعہ کہتے ہیں کہ انسان فاعل مختار ہے مجبور اور قیدی نہیں اور خدا کسی کو اس کی وسعت و طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور بندے کے اچھے افعال اللہ کی طرف سے اس لئے ہیں چونکہ وہ انہیں چاہتا ہے اور اس نے ان کے بجالانے کا حکم دیا ہے اور وہ بندے کے بھی ہیں۔ چونکہ وہ اس کے اختیار اور ارادے سے صادر ہوئے ہیں۔

باقی رہے بُرے افعال تو وہ صرف بندے کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ اپنی ہی مشیت و ارادہ سے انکا فاعل ہے اور وہ اللہ کے اس بنا پر نہیں چونکہ اس نے ان سے منع کیا اور روکا ہے۔

حُسن و قُبح:۔

اہل سنت کہتے ہیں وہ نفس حسن و قبیح (اچھائی اور برائی) کو درک نہیں کرسکتی بلکہ حسن (اچھا) وہ کام ہے کہ جس کا شارع حکم دے دے۔ اور قبیح وہ ہے جس سے وہ نہی کر دے اور اگر وہ اس چیز کا حکم کر دے کہ جس سے نہی کی تھی تو وہ حُسن ہو جائے گا۔ بعد اس کے کہ وہ قبیح تھا۔ اور اگر وہ اس سے نہی کر دے کہ جس کے متعلق پہلے حکم دیا تھا تو وہ قبیح ہو جائے گا۔ بعد اس کے کہ وہ حُسن تھا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ حسن ہے چونکہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ قبیح ہے چونکہ خدا نے اس سے منع کیا ہے۔ (کتاب المواقف ۸: المقصد الخامس فی

الحسن والقبح من المرصد السادس فی افعالہ تعالیٰ)

اور شیعہ کہتے ہیں کہ عقل مستقل طور پر شریعت سے ہٹ کر حُسن و قبح کو درک کرسکتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا نے اس کا اس لئے حکم دیا ہے چونکہ یہ حُسن ہے اور اس سے اس لئے منع کیا ہے چونکہ یہ قبیح ہے۔

اسباب و مسببات:۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ مسببات اسباب کے ماتحت جاری نہیں ہوتے اور تمام ممکنات کا استفادہ صرف خدا کی طرف سے ہے بغیر کسی واسطہ کے اور وہ واقعات و حوادث جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں ان میں کوئی تعلق و علاقہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ عادت جاری ہوئی ہے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے بعد واقع ہوں۔ مثلاً آگ کے اتصال کے بعد جلانا اور پانی پینے کے بعد سیراب ہو جانا۔ لہذا جلانا اور سیرابی ہر ایک کا بلا واسطہ خدا کی طرف استنادہ ہے اور آگ کے مس ہوتے اور پانی پینے کا اس میں کوئی دخل نہیں (المواقف ۸: ۱۴۸ اور ۲۰۳-۲۰۴

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ تمام مسببات اپنے اسباب کے ساتھ مربوط ہیں لہذا پانی ہی سیراب کرتا ہے اور آگ ہی جلاتی ہے۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا پر یہ واجب اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ انبیاء کو بھیجے تاکہ وہ لوگوں کے لئے خیر و شر (اچھائی و برائی کے موارد و مواقع بیان کریں بلکہ جائز ہے کہ وہ لوگوں

کو بغیر ہادی و رہبر کے چھوڑ دے کیونکہ کوئی چیز اس پر واجب نہیں اور کوئی چیز اس سے قبیح نہیں ۔

اور شیعہ کہتے ہیں بلکہ خدا پر انبیاء کا بھیجنا لطفاً واجب ہے جو انہیں اطاعت کے قریب اور گناہ سے دور کرتا ہے ۔

عصمتِ انبیاءؑ :۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ انبیاء کے لئے بعثت سے پہلے بڑے اور چھوٹے گناہوں کا ارتکاب جائز ہے ۔ باقی رہا بعثت کے بعد کا زمانہ تو اس میں صغائر کا ارتکاب تو عمداً و سہواً ہو سکتا ہے البتہ کبائر کا ارتکاب سہواً تو ہو سکتا ہے لیکن عمداً نہیں ہوتا ۔

اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ انبیاءؑ تمام گناہوں سے چھوٹے ہوں یا بڑے قبل بعثت اور بعد بعثت معصوم ہیں اور ان سے عمداً یا سہواً کوئی ایسا فعل صادر نہیں ہوتا جو عیب کا باعث ہو ۔ جیسا کہ وہ آباؤ اجداد کی پستی اور ماؤں کی بدکاری سے منزہ و مبرا ہیں اور بے شک خداوند عالم نے انہیں پاک اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل کیا ہے ۔ آدم سے لے کر ان کی ولادت تک ۔

صحابہؓ :۔

اکثر اہل سنت کہتے ہیں کہ تمام اصحابہ عادل ہیں ان کے تزکیہ

کی تلاش کی ضرورت نہیں (کتاب مسلم الثبوت و شرحہ و کتاب اصول الفقہ للخضری ۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہیں ان میں بعض اچھے اور بعض برے ہیں بعض عادل اور بعض فاسق ہیں اور وہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۲ سے استدلال کرتے ہیں ۔ من اھل المدینہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین (اھل مدینہ میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے نفاق کی بناء پر سرکشی کی ہے ۔ تم نہیں جانتے ۔ ہم انہیں جانتے ہیں ۔ عنقریب ہم ان پر دو مرتبہ عذاب کریں گے ۔

اور شیعہ کہتے ہیں بلکہ خداوند عالم نے اپنے نبی پر خصوصیت کے ساتھ سورت منافقین نازل کی ہے کہ جس کی ابتداء اپنے اس ارشاد سے کی ہے ۔ اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ ، واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون ۔ جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسولؐ ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں ۔

اجتہاد :۔

اجتہاد کے دو معنی ہیں (۱) یہ کہ فقیہہ کسی حکم کا استخراج کرے ۔

پس جو کچھ اس کی رائے میں آئے اور جسے وہ اچھا سمجھے بغیر اس کے کہ وہ اعتماد کرے کسی آیت قرآنی یا سنت نبوی یا اجماع قائم پہ یا ایسے مبدء و ماخذ پہ کہ جو حکم عقل و بداہت سے ثابت ہو یا جس کی صحت پہ تمام عقلا کا اتفاق ہو تو یہ قسم اجتہاد کی کہ جسے رائے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

لیکن شیعہ کے نزدیک یہ حرام ہے اور وہ اس کی حرمت پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ اس کا اعتماد صرف اپنے ظن و گمان اور ترجیحات شخصی پر ہے (لہٰذا وہ ناجائز ہے)

(۲) یہ کہ فقیہ اجتہاد کرے سند حدیث میں اس کی صحت و ضعف کے لحاظ سے اور نص کی تفسیر میں وہ کتاب ہو یا سنت اور اجماع کرنے والوں کے اقوال سے حکم کے استخراج میں اور مبدء عقل میں جو بداہت سے ثابت ہو مثلاً قبح عقاب بلا بیان کا مبدء اور مشروط معدوم ہوتا ہے شرط کے معدوم ہونے کی صورت کا مبدء اور اس کے علاوہ جو احکام عقل ہیں کہ جو شک کی قابلیت نہیں رکھتے اور جن میں دو آدمی بھی اختلاف نہیں کر سکتے۔

تو شیعہ نے اس اجتہاد کو ہر اس فقیہ کے لئے جائز قرار دیا ہے جو مجتہد کے لئے مقررہ شروط کا جامع ہو اور انہوں نے آئمہ سلف یا خلف میں سے کسی امام کے قول کا اس کے اجتہاد کو مقید نہیں قرار دیا۔

اور اہل سنت نے اجتہاد کی اس قسم کو حرام قرار دیا ہے اور انہوں نے چوتھی صدی ہجری سے اس کے دروازے پر قفل لگا دیا ہے اور انہوں

نے فقیہ کے لئے بندش اور ممانعت کر دی ہے کہ وہ احادیث احاد میں سے کسی حدیث کی صحت یا ضعف کو ثابت کرے یا نص سے جو کچھ وہ سمجھے اس پہ عمل کرے یا مبادی عقل سے کسی حکم کا استخراج کرے۔ مگر یہ کہ اس کی رائے آئمہ سلف (چار امام) میں سے کسی امام کے قول کے موافق ہو۔

تعصیب:۔

(جس سے مراد یہ ہے کہ کسی طبقے کے وارث کا حصہ کم ہو اور ترکہ زیادہ ہو)

اہل سنت کہتے ہیں کہ جب مرنے والے کی ایک بیٹی اور ایک بھائی ہو اور اس کا بیٹا اور باپ موجود نہ ہوں تو اس کا ترکہ نصف و نصف بھائی اور بیٹی میں تقسیم ہوگا اور اگر اس کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو اس کے بھائی کو تیسرا حصہ اور دو یا زیادہ بیٹیوں کو باقی ملے گا۔ یہ تعصیب کا ایک مسئلہ ہے۔ کہ جس کے لئے فقہاء باب میراث میں الگ فصل قائم کرتے ہیں۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ تعصیب سرے سے باطل ہے اپنے مختلف فروع اور مسائل کے ساتھ اور مکمل ترکہ بیٹی یا بیٹیوں کو دیا جائے گا اور مرنے والے کے بھائی کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ اولاد مذکر ہو یا مونث وہ نسب کے پہلے درجے میں ہے اور بھائی دوسرے

درجہ میں اور چچا تیسرے درجہ میں ہوتا ہے۔

عول:-

میراث میں یہ قاعدہ ہے کہ بیوی کا حصہ شوہر کے ترکہ میں سے آٹھواں ہے اگر شوہر کی اولاد ذکور یا اناث موجود ہو اور ماں باپ دونوں کے لئے تیسرا حصہ ہے اور دو بیٹیوں کے لئے دو تہائی۔ جب مرنے والے کا بیٹا نہ ہو اب اگر فرض کریں کہ مرنے والے کی بیوی ماں باپ اور دو بیٹیاں ہوں اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اس کے ترکہ کے لئے جمع ہو گئے وہ جس کا آٹھواں حصہ ہے اور وہ کہ جس کا ایک تہائی ہے اور وہ جن کے لئے دو تہائی ہے اور یہ واضح ہے کہ ترکہ ایک تہائی دو تہائی اور آٹھویں حصہ کے لئے وسعت نہیں رکھتا پس اگر ماں باپ ایک تہائی لے لیں اور دو بیٹیاں دو تہائی تو زوجہ کے لئے کچھ نہیں بچے گا اور اگر بیوی آٹھواں حصہ لے لے تو ماں باپ یا بیٹیوں کے حصہ میں نقص آجائے گا۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور یہ عول کا ایک مسئلہ ہے کہ جس میں فقہا نے باب میراث میں طویل گفتگو کی ہے اور یہاں عول کا معنی ہے حقوق کا ترکہ سے زیادہ ہونا۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ نقص ہر ایک پر اس کے حصہ کی نسبت سے آئے گا بالکل اسی طرح جیسے قرض خواہوں پہ آتا ہے جب مقروض کا ترکہ قرضوں کی نسبت کم ہو۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ نقص صرف بیٹیوں پر آئے گا۔

متعہ:-

(اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ایک مدت تک کے لئے شادی کرنا)

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی کہ اسلام نے متعہ کو جائز قرار دیا تھا۔ اور رسول اللہؐ نے اسے مباح کیا تھا اور سب نے استدلال کیا ہے سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۴ سے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً۔ پس ان عورتوں میں سے جن کے ساتھ تم متعہ کرو تو بطور فرض ان کو ان کے اجر (حق مہر) ادا کرو۔ اور صحیح بخاری (ج کتاب النکاح) میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک جنگ میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمہیں متعہ کرنے کی اجازت مل چکی ہے پس تم متعہ کر سکتے ہو۔ جو مرد یا عورت ایک دوسرے سے اتفاق کرلیں تو وہ آپس میں تین راتیں معاشرت کر سکتے ہیں پھر اگر وہ چاہیں تو زیادہ مدت کرلیں یا چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ دیں۔

• اور صحیح مسلم (ج۲: باب نکاح المتعہ ص ۶۲۳ طبع ۱۳۴۸ھ میں جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے زمانہ رسول اللہؐ ابو بکرؓ اور عمرؓ میں متعہ کیا۔ اور اسی صفحہ میں جابر ہی کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا پھر ہمیں عمرؓ نے اس سے نہی کر دی

اور بعد اس کے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ کے زمانہ میں جواز و اباحت میں اتفاق کیا ہے ان میں اختلاف ہے اس کے نسخ میں کہ کیا وہ بعد اس کے کہ خدا نے اسے حلال کیا تھا دوبارہ حرام ہو گیا تھا۔

اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ وہ منسوخ ہو گیا اور ماذون ہونے کے بعد وہ حرام ہو گیا۔ ابن حجر عسقلانی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۱۱، ۷۰ طبع ۱۹۵۹) میں کہتا ہے کہ کئی ایک احادیث صحیح اور صریح متعہ سے نہی کے متعلق وارد ہوئی ہیں بعد اس کے کہ اس کا اذن آچکا تھا اور ابن قدامہ کی کتاب مغنی جزء سادس ص ۶۴۵ طبع ثالث میں آیا ہے جس کی عین عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ شافعی نے کہا ہے کہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا کہ جسے خدا نے حلال کیا ہو پھر اسے حرام کیا پھر اسے حلال کیا ہو اور پھر حرام کیا ہو سوائے متعہ کے۔

اور شیعہ کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اباحت وجواز متعہ پر اجماع ہے اور اس کے نسخ میں اختلاف ہے اور جو چیز یقین کے ساتھ ثابت ہو جائے وہ صرف شک وظن کی بنا پر زائل نہیں ہو سکتی۔ اور نیز انہوں نے اس کے نسخ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے کہ امام صادقؑ سے سوال کیا گیا۔ کیا آیت متعہ کو کسی چیز نے نسخ کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور اگر عمرؓ نے اس سے نہ روکا ہوتا تو شقی اور بدبخت کے علاوہ کوئی شخص زنا نہ کرتا۔ اور بہت سے لوگ متعہ کی حقیقت سے جاہل ہونے کی وجہ سے اسے زنا اور فسق وفجور کی ایک قسم قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں

کہ متعہ سے ہونے والا بیٹا شیعہ کے نزدیک اپنے باپ کا میراث نہیں لے سکتا۔ اور متعہ کی عورت کے لئے عدت نہیں ہے اور وہ ایک شخص سے دوسرے کی طرف اگر چاہے تو منتقل ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے وہ لوگ متعہ کو برا سمجھتے ہیں۔ اور اسے قبیح سمجھ کر اس کی اباحت وجواز پر طنز و تشنیع کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ متعہ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک نکاح دائم کی طرح ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک عقد نہ پڑھا جائے۔ جو صراحۃً تزویج کے قصد پر دلالت کرے اور متعہ والی عورت کو ہر قسم کے موانع سے خالی ہونا چاہیئے اور اس کی اولاد عقد دائمی والی عورت کی اولاد کی طرح ہوتی ہے

جانبین سے میراث پانے خرچ دینے اور باقی حقوق مادی وتربیتی کے لحاظ سے اور اس عورت پر واجب ہے کہ اگر ہمبستری ہو جائے تو وہ مدت متعہ ختم ہونے کے بعد عدت بیٹھے اور اگر شوہر اس وقت مر جائے جب وہ اس کی زوجیت میں ہو تو وہ عقد دائم والی عورت کی طرح عدت بیٹھے بغیر کسی فرق کے علاوہ دیگر آثار واحکام کے۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ اور ان کی آل اطہار پر صلوات ودرود بھیجنا واجب ہے اور جو شخص آپؐ پر اور آپ کی آل پر صلوات نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی اور انہوں نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۵۶ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ صلوات بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو

تم صلوٰت بھیجو اس پر اور سلام کرو جو سلام کرنے کا حق ہے۔ سے استدلال کیا ہے اور اس آیت پر اس حدیث کا عطف کرتے ہیں جس کو بخاری نے اپنی صحیح ج ۸ کتاب الدعوات باب الصلوٰۃ علی النبی میں روایت کیا ہے کہ جس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ کس طرح صلوٰت بھیجیں ہم آپ پر اے رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہو اللھم صل علے محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

اور اہل سنت کہتے ہیں کہ آل محمد پر نماز میں صلوٰت بھیجنا واجب نہیں پس غیر نماز میں بدرجہ اولیٰ واجب نہیں باقی رہی صلوٰت بھیجنا صرف نبی اکرم پر آپ کی آل پر تو وہ شافعیوں اور حنبلیوں کے نزدیک واجب ہے اور اس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہے اور حنفی و مالکیوں کے نزدیک یہ سنت راجحہ ہے اور اس کے ترک سے بھی نماز صحیح ہے۔ ج ۱ میزان الشعرانی باب صفۃ الصلوٰۃ اور ابن قدامہ کی مغنی ج ۱ مسألۃ التشہد شیعہ کی سیاسی تاریخ۔

اور ان کی سیاسی تاریخ اور شاہان بنی بویہ امراء حمدانیین اور شاہان ایران صوبوں کے زمانہ سے لیکر اب تک کے درمیان بہت پختہ ارتباط ہے اور جن چیزوں کا اس بحث کے ساتھ تعلق ہے۔ اسے ہم نے کتاب الشیعہ والتشیع میں ذکر کر دیا ہے۔

باقی رہے فاطمیین تو وہ اسماعیلیہ تھے نہ کہ شیعہ اثنا عشریہ۔

اور اس فرقہ کے مؤرخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی مستقل

حکومتوں اور امارتوں کو اپنے حساب میں لائے نہ بعض علاقوں کے امراء کو مثلاً بنی عمار کی امارت جو طرابلس شام میں قرن خامس ہجری کے وسطی زمانہ سے ہے کہ ۵۰۲ھ تک وہاں حاکم رہے ہیں۔ جب ان سے صلیبیوں نے اس زمانہ میں حکومت چھین لی۔

اور یہ بھی اس پر لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ اس فرقہ کے کون سے افراد غیر شیعہ کے وزیر رہے ہیں۔ مثلاً علقمی جو مستعصم عباسی کا وزیر تھا اور ابن الفرات جو مقتدر کا وزیر تھا۔ اور یہ بھی اسے چاہیئے کہ وہ کافی دیر رک کر ان حوادث اور اٹھنے والی تحریکوں کو دیکھے کہ جن میں شیعہ اثنا عشریہ حریت و عدالت کے حصول کے لئے سلطنت جابر و حاکم کے توڑنے کے لئے کھڑے ہوئے مثلاً عراقیوں کی تحریک انگریز کے خلاف ۱۹۲۰ء میں اور علماء شیعہ کا مؤقف حکام جور کے ساتھ شیعہ کی ثقافتی تاریخ۔

باقی رہے انکے ثقافتی آثار تو بحث کرنے والا شخص انہیں حسن و یقین کے ساتھ پہچان سکتا ہے نہ کہ حدس و تخمین سے پس یہ مکتبہ اسلامیہ عربیہ اور غیر عربیہ ان کی ہر فن کی تصانیف و تالیفات سے پُر ہے اور ہم نے ان میں سے بعض کا تذکرہ اپنے آل البیت کے مقالہ میں کیا تھا اور رہا ان کا بحث و تالیف میں منہج و طریقہ تو وہ اجتہاد اور منطق عقل ہے۔ ڈاکٹر توفیق الطویل مصری کتاب اسس الفلسفۃ ص ۲۹۰ طبع ۱۹۵۵ء میں کہتا ہے کہ رازی غو کی رائے ہے کہ تشیع ردعمل ہے اس

خالص آزاد فکر کا جو اس عقلی جمود کا مقابلہ کرتا ہے جو مذہب اہل سنت میں پیدا ہو چکا ہے اور صفحہ ۳۹۱ میں ہے کہ شیعہ کا قابل لحاظ فضل ہے اسلام کے مضمون روحی کو غنی و ثروت بخشنے میں لہذا شیعوں جیسی جامع تحریکیں ہی ارباب عالم کو مجتہد قواب اور بند سانچوں میں بند رہنے سے ماحون بنا سکتی ہیں۔

اور شیخ مصطفی عبد الرزاق شیخ الازہر نے کتاب تمہید لتاریخ الفلسفۃ الاسلامیہ ص ۲۰۲ طبع ۱۹۵۹ء میں کہا ہے کہ تدوین فقہ کی طرف باقی مسلمانوں کی نسبت شیعہ بڑی تیزی کے ساتھ اٹھے ہیں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ شیعہ کے سنتے ہی ذہن اثنا عشریہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اور ادیب احمد امین مصری نے کتاب یوم الاسلام ص ۸۹ طبع ۱۹۵۸ میں کہا ہے اور طوسی یعنی خواجہ نصیر اینشٹین سے پہلے زمانہ رباز مانے متعلق نظریہ اضافی امرانس کے سمجھنے میں سبقت رکھتا ہے۔

(المجلۃ المصریہ عدد تشرین الثانی سنہ ۱۹۶۳ء مقالہ بعنوان الانظرۃ جدیدۃ فی الفلسفۃ الاسلامیۃ) میں ہے کہ اس سال تاریخ الفلسفۃ الاسلامیۃ کی جزء اول تالیف ہنری کوربان استاد مدرسہ علیۃ اللدراسات العلیا فی کلیۃ الاداب بالسوربون صادر ہوئی ہے اور مؤلف نے تبعہ کو فلسفیۃ الاسلامیۃ کے اپنانے اور اس کے بہت سے آراء و وجوہات واطراف میں شیرازہ کا حصہ دیا ہے اور اسی طرح اس نے میر داماد۔ ملا محسن فیض عبد الرزاق لاہیجی۔ قاضی سعید قمی۔ صدر الدین شیرازی۔ سید حیدر آملی جلال دوانی ابن کمونہ اور محمود شبستری کو بڑی اہمیت دی ہے۔ شیعہ کے

شہر اور ان کی تعداد۔

شہروں اور نفوس آبادی کا شمار کرنا ان موضوعات علمیہ میں سے ہے کہ جس کا معیار اور اعتماد استقراء اور مشاہدہ پر ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ کسی شخص نے اس فرقہ کے شہروں اور ان کے نفوس کی تعداد کو اس مذکورہ بنیاد پر شمار کیا ہو تاکہ اس پر اعتماد کیا جا سکے اور اس سے نقل کیا جائے۔ لیکن جس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ اسلام کے بہت بڑے مذاہب میں سے ہے اور شیعہ اہل سنت کے بعد بلا فاصلہ تعداد کے لحاظ سے آتے ہیں اور عراق۔ ایران۔ بحرین احساء اور قطیف کے اکثر لوگ اسی فرقہ سے ہیں۔ اور شیعہ لبنان میں پہلے طبقہ کے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور وہاں حریت و بزرگی کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں کیونکہ لبنان ذاتی طور پر حریت و کرامت کا شہر اور علاقہ ہے اور شیعوں کی اس شہر میں قابل مجد و بزرگی کی تاریخ ہے۔ اور اثنا عشریہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اکثر اسلامی شہروں اور ملکوں میں مثلاً شام حجاز۔ یمن۔ قطر۔ مسقط۔ عمان اور کویت اور ان میں سے بعض ترکیہ کی مجلس میں نواب ہیں اور ان میں سے بعض نائب ہیں اور ان کے پاس وقتاً "فوقتاً" بعض علماء نجف اور ایران ہدایت و ارشاد کے لئے جایا کرتے ہیں۔

اور افغانستان کا کوئی علاقہ ان سے خالی نہیں اور افغانیوں کے وفود وظیفہ قدیم زمانہ سے ہمیشہ نجف اشرف آیا کرتے ہیں اور مجھے انڈونیشیا

کے ایک شیعہ ادیب اور نجف اشرف کے ایک عالم نے جو کافی مدت انڈونیشیا میں رہا ہے بتایا کہ وہاں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ ہے اور البانیا میں ان کی کافی تعداد ہے باقی رہا چین تو شیخ مظفر نے تاریخ الشیعہ میں کہا ہے کہ وہاں ایک کروڑ اور دس لاکھ شیعہ ہیں اور روس میں ایک کروڑ شیعہ ہیں اور صاحب اعیان الشیعہ کا کہنا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں تین کروڑ شیعہ ہیں اور دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعہ کی جزء اول میں ہے (کہ جسے استاد کبیر السید حسن امین انگریزی میں نکالتے ہیں) کہ اس وقت شیعوں کی تعداد جو دنیا کے مشرق و مغرب میں رہتے ہیں پندرہ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

اور شیخ محمد ابو زہرہ مصری نے کتاب امام جعفر صادقؑ کے آخر میں کہا ہے کہ مذہب جعفری نے چند اسباب کی وجہ سے نشو و نما پائی اور دنیا میں پھیلا ہے۔

۱- ان کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

۲- مذہب جعفری مختلف رنگ کے علاقوں اور ملکوں میں پھیلا ہے چین سے لے کر بحر ظلمات تک جہاں یورپ اور اس کے اطراف اور علاقوں کی تفریق کہ جن کی عادات، فکری، طبعی اقتصادی، اجتماعی اور نفسیاتی کیفیتیں مختلف ہوتی ہیں یہ چیز مذہب کو جاری ہونے والی نہر کی مانند بنا دیتی ہے جو مختلف رنگ کی زمینوں سے گذرتی ہے اور وہ ان کے رنگ و اشکال اپنے ساتھ لے لیتی ہے

بغیر اس کے کہ اس کا اپنا مشتا س ان سے متغیر ہو اور بدلے۔

۳- علماء کی کثرت کہ جو بحث و درس مختلف مشکلات کے علاج کے در پے رہتے ہیں اور خداوند عالم نے انھیں اس قسم کے علماء کی کثیر تعداد عطا کی ہے جو اس کی درس و تدریس اور اس کے مشکلات کے علاج پر اس کے تقاضوں کے مطابق قیام کرتے ہیں

آل البیت (اہل بیت)

تعریف:-

اہل بیت لغت میں گھر میں سکونت پذیر افراد کو کہتے ہیں۔ اور آل الرجل اس کے اہل و عیال کو کہتے ہیں اور لفظ عرف کسی شخص کے قدر و منزلت رکھنے والے رشتہ داروں پر استعمال ہوتا ہے۔

اور قرآن مجید کی دو آیات میں اہل البیت کا ذکر آیا ہے۔ پہلی سورہ ہود کی ۷۳ آیت ہے رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ اور دوسری سورہ احزاب کی ۳۳ آیت ہے إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ پہلی آیت سے مراد ابراہیم خلیل کے اہل بیت ہیں۔ اور دوسری آیت سے محمد بن عبد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت ہیں اور قرآن کی اتباع میں مسلمانوں نے لفظ اہل بیت اور آل بیت

کو خاص طور پر محمد مصطفیٰ ؐ کے اہل بیت پر استعمال کیا ہے اور یہ استعمال اتنا مشہور ہوا ہے کہ اب یہ لفظ ان کا علَم اور نام بن چکا ہے اس حد تک کہ اب قرینہ کے بغیر اور کوئی بھی اس لفظ سے ان کے علاوہ نہیں سمجھا جا سکتا جیسا کہ لفظ مدینہ مشہور ہو گیا ہے یثرب کے لئے جو کہ مدینۂ رسول ؐ ہے۔

مسلمانوں میں نبی اکرم ؐ کی ازواج کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سولہ خواتین ہیں اور بعض کے نزدیک گیارہ ہیں آپ نے اپنی ازواج کے ساتھ سنیتیس ؟ سال زندگی بسر کی ہے اور اس مدت میں آپ کے ہاں اولاد بھی ہوئی ہے جو سب آپ کے حین حیات وفات پا گئی اور ان میں سے سوائے آپ کی بیٹی جناب فاطمہ علیہا السلام کے کوئی زندہ نہیں رہا۔

اور اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام جناب فاطمہؑ اور حسن و حسین علیہم السلام خالص آل بیت ہیں اور شجرہ نسب نبوت کے فروعات و شاخیں منحصر ہیں فرزندان فاطمہؑ میں کیونکہ نبی اکرم ؐ کی نسل سوائے جناب سیدہ کی اولاد کے نہیں چلی۔

مسلمانوں کے نزدیک اہل بیت کی قدر و منزلت۔

جب ہم مسلمانوں کے نزدیک اہل بیت کی قدر و منزلت پہچاننے کا ارادہ کریں اور فرق اسلامی کی تکوین کا سبب تلاش اور اہل بیت سے

ان کے بیان کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم پر لازم ہے کہ یہ دیکھیں کہ مسلمانوں کے نزدیک جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کی قدر و منزلت کیا ہے اور آپ کی سیرت و سلوک اہل بیت کے ساتھ کیسا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہم خود اہل بیت کے اخلاق کو اور جو جو مصائب و تکالیف انہیں حق و عدل سے متمسک رہنے کی راہ میں جھیلنے پڑے ہیں ان کو بھی ملاحظہ کریں۔

اسلام کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰ ؐ کی رسالت کی شہادت دینا ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

پس جو شخص اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے۔ لیکن محمد مصطفیٰ ؐ کی رسالت کا انکار کرے یا خالق کی صفات میں سے کسی صفت کی نسبت اس کے غیر کی طرف دے یا صفات نبوت کو کسی غیر محمدؐ کی طرف منسوب کرے جو آپ کے زمانہ میں تھا یا قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے یا سنن نبی میں سے کسی بالبداہتہ ثابت شدہ سنت کا انکار کرے تو اس کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اسلام کے طابع (چھاپہ) اساسی کا حامل نہیں ہے۔

تو اب مسلمان وہ ہوا جو اللہ اور محمدؐ پر ایمان رکھتا ہو اور آپ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کا قرین سمجھتا ہو اور یہی چیز بتاتی ہے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ اور رسول کی

اطاعت کرو اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۲ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ تم انہیں راضی رکھو اور سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶۵ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ۔ میرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے تنازعات میں تجھے حکم اور فیصل نہ بنائیں اور سورۂ نجم کی آیت نمبر ۳ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ بلکہ وہ صرف وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف جاتی ہے اور ان کے علاوہ دسوں آیات ہیں۔

نبی اکرمؐ کی سیرت و سلوک اہل بیت کے ساتھ۔

اہل سنت اور شیعہ کے اہل سیر و مناقب نے اہل بیت کے ساتھ نبی اکرمؐ کی عطوفت و مہربانی کی کئی صورتیں نقل کی ہیں۔

ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نبی اکرمؐ جب سفر پر جاتے تو جس گھر سے سب سے آخر میں نکلتے وہ فاطمہؑ کا گھر تھا۔ اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے اسی مخدرہ عصمت کے گھر میں جاتے۔ آپ بیٹھے ہوتے تو حسنؑ کو اپنے دائیں زانو پر اور حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھاتے کبھی اس کے بوسے لیتے اور کبھی اس کے اور علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھاتے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ ایک دفعہ جناب فاطمہؑ کے گھر

تشریف لے گئے اور [illegible]ن کو اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور اپنے اوپر اور ان کے اوپر ایک چادر ڈال دی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ اور مسلمان اس حدیث کو حدیث کساء کا نام دیتے ہیں اور اصحاب کساء کی لفظ محمد و علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسینؑ پر بولتے ہیں۔

اور ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا میری اس کے ساتھ صلح ہے جو تم سے صلح رکھے اور اس کے ساتھ جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے اور ان کے علاوہ بے شمار مشہور احادیث تمام فرق اسلام کے ہاں موجود ہیں اور نبی اکرمؐ نے اپنی امت کو اہل بیتؑ کے متعلق وصیت فرمائی اور انہیں قرآن کے ساتھ ملا کر بھی وصیت فرمائی۔ حدیث میں ہے بے شک میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں ہدایت و نور ہے۔ پھر فرمایا اور میری اہل بیت میں اللہ کو یاد کراتا ہوں تمہیں اپنی اہل بیت کے سلسلہ میں۔ اور اللہ کو یاد کراتا ہوں اپنی اہل بیت کے متعلق اور سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۳ ہے۔ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى۔ کہہ دو کہ میں تم سے کار رسالت پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ سوائے قربیٰ کی محبت کے اور قربیٰ سے مراد قرابت رسولؐ ہے اسی لئے مسلمان باوجود مختلف فرقوں میں بٹ جانے کے ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے ہیں۔

اور اصحاب تاریخ اور سوانح نگاروں نے اپنی کتب اہل بیت کے فضائل اور مناقب سے پُر کر رکھی ہیں پس اہل سنت بھی علیؑ اور ان کی ذریت میں سے آئمہ علیہم السلام کی تقدیس و تعریف کرتے ہیں لیکن اس بات کا اعتراف نہیں کرتے کہ وہ باقیوں کی نسبت خلافت کے زیادہ حقدار اور مستحق تھے جیسا کہ شیعہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

اہل بیت کے اخلاق۔

حضرت علیؑ حق کے معاملہ میں بہت سخت تھے اس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان کے نزدیک حق کا یہ مفہوم نہیں تھا کہ جو ان کی ذات و سلطنت کے بڑھنے کا سبب بنے۔ آپ کے خواص نے آپ کے حقوق میں اتنا تساہل برتا کہ آپ کے دشمنوں نے اس تساہل کو غنیمت سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا آپ نے جنگ جمل میں مروان بن حکم جیسے شخص کو اس پر کامیابی حاصل کرنے پر معاف کر دیا اور عمرو بن عاص کو بھی جب آپ اس پر جنگ صفین میں تمکن حاصل کر چکے اور آپ نے اہل شام کو پانی پلایا۔ باوجودیکہ وہ آپ سے پانی بند کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا آپ کا لشکر پیاس سے ہلاک ہو جائے۔ بلکہ آپ کے نزدیک حق کا مفہوم یہ تھا کہ کسی شخص کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے چاہے وہ کوئی ہو آپ کے پاس دو عورتیں اپنے فقر و فاقہ کی شکایت لے کر آئیں تو آپ نے

دونوں کو ایک جیسا دیا۔ ان میں سے ایک نے آپ سے دوسری سے زیادتی کا سوال کیا۔ چونکہ وہ عرب عورت تھی اور اس کی ساتھی سوالی غیر عرب میں سے تھی تو آپ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ خدا نے لوگوں میں سے کسی کو دوسرے پر اطاعت و تقویٰ کے علاوہ فضیلت دی ہو۔ اور آپ کے بھائی عقیل نے جو کہ آپ کے پدری مادری بھائی تھے بیت المال میں سے کسی چیز کا مطالبہ کیا تو آپ نے اسے اس سے روک دیا۔

اور طلحہ و زبیر تھے آپ سے آپ کی نصرت کے صلہ میں وظیفہ کا مطالبہ کیا ورنہ وہ آپ کا معارضہ کریں گے اور سخت قسم کی جنگ کھڑی کر دیں گے۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔ اور جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ ان دونوں کو اور معاویہ کو اس وقت تک دھوکے میں رکھیں۔ جب تک امر حکومت درست نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دین میں کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ اپنے معاملہ میں پستی و ذلت کو اپناؤں گا اور آپ نے کوفہ کے قصر امارت میں ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔ حق اختصاص کو ترجیح دیتے ہوئے چونکہ اس میں فقراء اور مساکین رہتے تھے اور آپ پیوند لگا لباس پہنتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو پیوند لگانے والے سے شرم آتی تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا حالانکہ آپ کے فرزند امام حسنؑ بھی پیوند لگانے والے تھے اور جو کی روٹی آپ کھاتے تھے۔ کہ جسے آپ کی بیوی اپنے ہاتھ سے پیستی تھی تکلیف زدہ بے مال

لوگوں سے مواسات قائم رکھتے ہوئے آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے یہ جواب دیا۔ والی اور حکام کے نیک لوگوں کے نزدیک بدترین حالات میں سے یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ وہ فخر پسند ہیں اور ان کا معاملہ تکبر پر مبنی ہے۔ اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تمہارے وہم و گمان میں یہ بات جولان لگائے کہ میں تعریف کو پسند کرتا ہوں اور اپنی حمد و ثنا پر کان دھرتا ہوں لہذا مجھ سے ایسی گفتگو نہ کیا کرو۔ جیسا جابر بادشاہوں سے کی جاتی ہے۔ آپ اپنی ذات کو کوئی حیثیت نہ دیتے ہوئے پوری فکر سے باقی لوگوں کی بھلائی کی طرف متوجہ تھے اور خاص لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے تھے جب عوام راضی ہوتے۔ اور فرماتے تھے کہ خواص کی ناراضگی معاف ہو سکتی ہے جب عوام راضی ہوں لہذا عوام الناس آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد آپ پر فریفتہ تھے اور آپ کی بڑی قدر کرتے تھے کیونکہ آپ ان کی امیدوں اور تمناؤں کا مکمل عنوان تھے اور بعض لوگوں نے تو آپ کو (معاذ اللہ) مقام الوہیت تک پہنچا دیا جیسا کہ غالیوں نے کیا اور نبی اکرمؐ نے حق و صحیح کہا تھا اے علیؑ خدا نے تجھے [illegible] زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جو اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ خدا نے تجھے مساکین کی محبت عطا کی ہے۔ پس تجھے ایسا بنایا ہے کہ تو ان کے پیروکار ہونے پر راضی ہے اور وہ تیرے امام ہونے پر خوش ہیں۔ علیؑ نے حق سے

متمسک رہنے پر مبالغہ کیا اور حق پر اپنا اور اپنے حکام کا محاسبہ کیا یہاں تک ان میں سے اکثر کو ناراض کر لیا اور بعض آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن معاویہ کے ہاں بھاگ گئے اور اس کے مددگار بن گئے۔ بعد اس کے کہ وہ اس سے برسرپیکار تھے۔ عشقؑ اللہ اور انسان پر ایمان سے آئے (یعنی خدا اور مخلوقِ خدا کے حقوق کو ماننا) اور آپ کی اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام بھی اسی ایمان کے وارث بنے اور آپ کی سیرت پر چلے اور انہوں نے آپ ہی کے اخلاق کو اپنایا ان میں سے ہر ایک کے پاس علم وافر تھا اور وہ اچھائی اور نسل و صلح کو دوست رکھتا تھا۔ اور برائی و جنگ سے کنارہ کش تھا اور حق کے معاملہ میں قاطع تلوار تھا۔ البتہ ان میں سے بعض صفات ان میں سے بعض اتنی حق میں بھی دوسروں کی نسبت وقت و حالات کے تقاضے کی بنا پر زیادہ ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ امام حسنؑ میں آپ کا صلح سے محبت کرنا اور جنگ کو ناپسند کرنے کا ظہور ہوا۔ کیونکہ آپ کا زمانہ فتن و اضطراب کا زمانہ تھا اہل عراق نے آپ کے والد گرامی کے بعد آپ کی بیعت خلافت کی تھی اور آپ کا لشکر چالیس ہزار افراد کا مجموعہ تھا اور جب آپ نے دیکھا کہ معاویہ جنگ پر مصر ہے تو آپ مسلمانوں کو خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت سے الگ ہو گئے اور اسلام سے ہر قسم کی قربانی پر مصالحت کر لی اور امام حسینؑ سے حق کی راہ میں سختی سے گامزن ہونے کا ظہور ہوا اور آپ نے اپنی جان اہل و عیال اور اصحاب و انصار کو قربان کر دیا۔ کیونکہ یزید بن

معاویہ نے مصالحت کے تمام راستے بند کر دیئے تھے اور امام محمد باقرؑ اور ان کے فرزند امام جعفر صادقؑ کے آثار علمی کا ظہور ہوا کیونکہ ان دونوں بزرگواروں کے زمانہ میں علم طلب کرنے والوں اور اس میں رغبت رکھنے والوں کی کثرت تھی اور ان کو وسیع موقع میسر ہو گیا۔ درس دینے اور علوم کے پھیلانے کا۔

اہل بیت کے مصائب اور تکالیف۔

اصحاب تاریخ و سیر نے اہل بیت کے مصائب بیان کئے ہیں اور ان کا طویل تذکرہ کیا ہے اور شیعوں نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ان میں سے بہت سوں کے نام ایسے رکھے ہیں جو ان مصائب پر دلالت کرتے ہیں مثلاً مثیر الاحزان۔ نفس المہموم الدمعۃ الساکبۃ لوایج الاشجان ریاض المصائب۔ لہوف۔ مقاتل الطالبین وغیرہ اور تقریباً متقدمین و متاخرین تاریخ کی چھان بین کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ بنی امیہ نے اہل بیت رسالتؐ کو قسم قسم کے تکالیف اور مصائب میں بدر و احد کے بدلے لینے کے لئے مبتلا کیا۔ کیونکہ جناب محمدؐ و علیؑ نے ان دو جنگوں میں بنی امیہ کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا تھا اور وہ اس پر استشہاد پکڑتے ہیں یزید بن معاویہ کے ان تمثیلی اشعار سے جب امام حسینؑ شہید ہوئے اور آپ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا۔ لَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَہِدُوْا ۔ جَزَعَ الْخَزْرَجِ

مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ ۔ لَاَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا ثُمَّ قَالُوْا یَا یَزِیْدُ لَا تُشَلْ

ترجمہ۔ کاش بدر والے میرے بزرگ حاضر ہوتے تیروں کی بارش سے قبیلہ خزرج کے اضطراب کے وقت تو وہ خوشی سے چیخ و پکار کرتے پھر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ اور یہ کوئی بعید نہیں کہ یزید ان پرانی جنگوں کو یاد کرے جو حسینؑ کے نانا محمد مصطفیٰؐ اور یزید کے دادا ابو سفیان اور حسینؑ کے والد گرامی علیؑ اور یزید کے باپ معاویہ کے درمیان ہوئی تھیں۔ اور وہ تشفی کے طور پر کینہ و بغض کے کلمات زبان پر لائے لیکن عمدہ سبب اس مصیبت کبریٰ کا نظام ظلم و جور اور باپ (معاویہ) کا بیٹے (یزید) کو خلیفہ بنانا اور خلافت کو موروثی حق قرار دینا تھا اور اہل بیت نبوتؐ کے مصائب پر بحث و تمحیص کا میدان وسیع ہے اور اس کے اطراف و جوانب کے کئی شعبے ہیں۔

پس ان مصائب و امتحانات کے آثار عقیدہ سیاست ادب اور تقالید میں ظاہر ہوئے۔ اور اس وقت تک وہ اپنا کام کر رہے ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اہل بیت کے مصائب کو کسی نے درسی موضوع نہیں قرار دیا اور ان کی تخریج اسباب کا بیان اور ان کے نتائج کا ذکر اس وقت ہمارے اس مقام پر ممکن نہیں۔ بہر حال آل محمدؐ کی تکالیف و مصائب اور عام لوگوں کے مصائب کی ابتداء اسی وقت سے شروع ہوئی ہے جب سے مسلمانوں کے ہاں

نظام حکومت کا حکم بدلا ہے۔

سرکار رسالتؐ کے زمانہ میں حکم کا مبدء اور بنیاد یہ تھی کہ ہر چیز اللہ کی ہے مال اللہ کا مال ہے اور لشکر اللہ کا لشکر ہے اور اس کا مفہوم یہ تھا کہ تمام لوگ حقوق میں برابر ہیں۔ کیونکہ اللہ سب کا ہے اور آپ کے بعد تھوڑی ہی مدت میں یہ نظام بدل گیا اور یہ ہو گیا کہ ہر چیز حاکم کی ہے مال کا مالک حاکم ہے اور لشکر حاکم کا ہے اور سب لوگ حاکم کے غلام اور بندے ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ زمین اللہ کی ہے اور میں اللہ کا خلیفہ ہوں۔ پس جو کچھ میں لوں وہ میرا ہے اور جو کچھ لوگوں کے لئے چھوڑ دوں وہ میرا تفضل و کرم ہوگا اسی بناء پر اس نے مصر عمرو بن عاص کو ہبہ کر دیا۔

علیؑ سے جنگ کرنے کے بدلے میں اور واقعہ حرہ میں یزید کا لشکر لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ یزید کی بیعت اس طرح کریں کہ وہ یزید کے خاص غلام ہیں اور بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر غلامی کا نشان لگاتے تھے اور جو اس قسم کی بیعت سے انکار کرتا اس کی گردن اڑا دیتے۔ صرف اسی قسم کے نظام سے ہی اہل بیتؑ اور دوسرے لوگوں کے مصائب و آلام پیدا ہوئے اگرچہ اہل بیتؑ کا ان میں حصہ زیادہ اور ان کے مصائب زیادہ دردناک تھے۔

پھر! یہ سوال ہو سکتا ہے کہ لوگ آل محمدؐ کے مصائب و آلام پر کیوں زیادہ گھبرائے اور ان کے متعلق گفتگو کی اور ان واقعات کو باقی واقعات

کے بیان کرنے سے زیادہ طول دیا تو ممکن ہے کہ ہم اس کا یہ جواب دیں چونکہ ان کے مصائب زیادہ سخت اور مسلمانوں کی نگاہ میں ان کے مصائب خود اسلام کے مصائب تھے۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے بہت زیادہ ان کی عزت و توقیر کے متعلق وصیت فرمائی تھی اور انہیں کتاب خدا کے برابر قرار دیا تھا اور انہیں کشتی نوحؑ سے تشبیہ دی تھی اور ان کے حق میں تجاوز کرنے کو آپ کی اپنی ذات سے تجاوز کرنے کے مانند قرار دیا اور اس سبب کی برگشت دین کی طرف ہے اور کوئی چیز بھی دینی عقیدہ اور مسلمانوں کے نزدیک اس کی تقدیس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور خصوصاً اس زمانہ میں۔

اور یہاں کچھ سیاسی اسباب بھی ہیں حکام جور کی طرف سے آل محمدؐ پر پے در پے مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھائے گئے اور ان مصائب کے عوام الناس میں باقی مصائب کی نسبت زیادہ مشہور ہونے کے۔

کیونکہ جب لوگ حاکم کی اصلاح و درستگی سے مایوس ہو گئے۔ تو ان میں یہ تمنا اور آرزو پیدا ہوئی کہ کوئی امام عادل جو خدا و رسول کے معاملہ میں مخلص ہو ان کے معاملات کی باگ ڈور سنبھالے اور آل محمدؐ میں بہترین افراد موجود تھے جن میں یہ صفات وافر حد تک موجود تھیں بلکہ مسلمانوں میں ایک قوی گروہ ایسا بھی اطراف زمین میں پھیلا ہوا تھا جو ان کی شیعیت کو دین سمجھتا تھا اور اس کی رائے میں خلافت بیک

ایسا حق تھا کہ جسے خدا نے علیؑ اور اولاد علیؑ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اور شیعوں نے اس بنیادی مقصد کا اپنے اشعار میں اعلان کیا اور اسے دینی تعلیمات کا اساس اور بنیاد قرار دیا۔ اور خلوت وجلوت میں اس کے منتشر کرنے اور پھیلانے کا عمل کرتے رہے اور کسی ایسی فرصت کو انہوں نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا کہ جس میں انہوں نے آل محمدؐ کے مناقب اور جس نے ان کا حق غصب کیا تھا اس کے مثالب ومعائب کو شمار نہ کیا ہو۔ لہٰذا حکام وقت نے کہ جن کی حکومت کی سلامتی اور امن کو آل محمدؐ اور ان کے شیعوں سے بہت زیادہ خطرہ تھا بنسبت دوسرے لوگوں کے انہیں مصائب وآلام کے حصہ وافر کے لئے مخصوص کر دیا اور انہیں اس قساوت وسختی کے ساتھ تکلیفیں پہنچائیں جو ہر قساوت وسختی سے بڑھ چڑھ کر تھیں اور لوگوں نے دیکھا کہ ان مصائب میں بہترین موقعہ حاکم کے بُرے اعمال کی تشہیر اور عوام الناس کو برانگیختہ کرنے کا ہے اور مصائب وبرائیوں سے بڑھکر کوئی چیز لوگوں کو مائل نہیں کر سکتی اور ان کی شفقت ومہربانیوں کو نہیں موڑ سکتی اور ہم میں سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ معاویہؔ نے اہل شام کو علیؑ کے خلاف جمع کرنے میں عثمانؓ کے قمیص سے کتنا فائدہ اٹھایا۔

لہٰذا شیعوں نے ان مصائب وآلام کی اشاعت کی وہ خود روئے اور لوگوں کو اپنے آئمہ علیہم السلام کی وفاداری میں لایا تھا ان کی دعوت پھیلی اور ان کے مقاصد منتشر ہوئے اور اسے ہر اس شخص نے بھی

مشہور کیا اور ان کی اشاعت کی جو نظام سیاسی سے انتقام لینا اور اس سے معارضہ کرنا چاہتا تھا اپنے انتقام اور معارضہ کو درست ثابت کرنے کے لئے۔

اور اپنی باتوں اور دلیلوں کو تقویت پہنچانے کے لئے اس نے مختلف گروہوں کو آل محمدؐ کی فریاد رسی کے لئے پکارا اور عین وقت اپنی منادی تحریک کو ان کے مصائب سے تعبیر کیا یہ کہہ کر کہ اہل بیت کے مصائب تمام مختلف لوگوں کے مصائب ہیں اور لوگوں کے مصائب ان کے مصائب ہیں اور لوگوں کے درد وآلام کو ان آلام سے ظاہر کیا۔ جو ان پر وارد ہوئے تھے لوگوں کے عواطف ورجحانات کو بھڑکاتے کے لئے کیونکہ جو آل محمد سے برائی کرے اس سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے برائی کرے۔ کیونکہ وہ ایسا کریم وپاکیزہ افراد کا مجموعہ ہے کہ جس میں تمام لوگوں کو اعلیٰ درجہ کی مثالیں مل سکتی ہیں اور وہ یہ تمنا کر سکتے ہیں کہ یہ ہستیاں یا جو صفات میں ان جیسے لوگ ہوں اور اہمیت رکھتے ہوں وہ ان کی قیادت کریں ورنہ نظام جور کے خلاف تحریک اٹھانا بہت مشکل کام ہے۔

سانحہ کربلا اور اس کا شیعہ زندگی پر اثر۔

آل محمدؐ کے مصائب کے عمدہ اسباب سیاسی تھے اس سانحہ کے رونما ہونے کے بعد اس نے مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ میں ایک

واضح اثر کیا جو گروہ آل محمدؐ کی ولا و محبت کو ہمیشہ اپنا دین سمجھتا تھا اور سمجھتا رہے گا۔ پس کربلا کا حادثۂ عظیم جو کہ ان تمام حوادث سے زیادہ دردناک ہے جو آل محمدؐ پر وارد ہوئے ہیں کہ جس میں امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے سترہ جوان اور بچے شہید ہوئے شیعوں کے نزدیک ستر افراد سے زیادہ آپ کے یار و انصار قربان ہوئے کہ جن میں صحابی اور تابعی موجود تھے اس واقعہ نے کربلا کو ایک مقدس زیارت گاہ بنا دیا۔ ہر سال لاکھوں افراد مختلف شہروں سے اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور اکثر اوقات ہند و پاک، ایران اور اطراف عراق کے شیعہ یہ وصیت کرتے ہیں کہ ان کی میت کربلا میں جا کر دفن کی جائے اللہ کے ثواب اور جزا چاہتے ہوئے۔

اور شیعہ ہر سال ہر شہر اور ہر بستی میں ماہ محرم کے پہلے دس دنوں میں شہادت حسینؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں بلکہ سال کے دوسرے ایام میں بھی اس واقعہ کی یاد میں مجالس کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

پس خطیب و مقرر کربلا کے واقعات اور کچھ مصائب بیان کرتا ہے اور کربلا میں شہید ہونے والوں کے مناقب اور کارنامے شمار کرتا ہے اور شعر و نثر میں ان کا نوحہ پڑھتا ہے۔

اور ان محافل کو مجالس عزا کہتے ہیں اور اس موضوع کے لئے خصوصی کتب لکھی ہوئی ہیں اور ہمیشہ شیعہ شعراء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن سے لے کر آج تک طویل مراثی نظم کرتے رہتے ہیں

کہ جن میں خون رلانے والے واقعات کربلا کی تصویر کشی کرتے ہیں اور وہ کلام عربی کے عمدہ اشعار ہوتے ہیں مرثیہ میں اور سید محسن امین نے بہت سے اشعار کو ایک جگہ طبع کرایا ہے اور اس کا نام رکھا ہے ۔ الدر النضید فی مراثی السبط الشہید ۔

(پھر مؤلف نے کچھ اشعار لکھے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں مترجم)

اور یہیں سے ہم سمجھتے ہیں کہ شیعہ زمین کربلا کا اس لئے احترام کرتے ہیں اور یوم عاشورہ کی یاد تازہ کرتے ہیں چونکہ ان کی نظر میں یہ حریت و عزت کی راہ میں جہاد مقدس کا رمز و اشارہ اور ظلم و طغیان کے خلاف ایک تحریک ہے ۔

شیعہ کے نزدیک لفظ حسینؑ سے کیا مراد ہے

جو کچھ سانحہ کربلا اور اس کا اثر شیعہ زندگی کے متعلق گذر چکا ہے۔ اس کو میں نے ۱۳۷۵ھ میں لکھا تھا اور میں ماہ مبارک رمضان ۱۳۸۶ھ میں بحرین میں تھا اور میرے فرائض میں سے تھا کہ میں ہر رات آل عریض کرام کے امام باڑہ میں منبر پہ جاؤں تاکہ میں ایسا موضوع مرتب کروں کہ جسے زمانہ حال کی ثقافت کو اپنانے والے اور دوسرے لوگ برابر قبول کریں اور میں اس صدف تک پہنچنے میں بہت زیادہ حریص تھا۔ باقی رہا یہ فیصلہ کرنا کہ جو میرا ارادہ اور خواہش تھی اس کو میں کہاں تک پورا کر سکا۔ تو اس کو میں اہل بحرین پر چھوڑتا ہوں اور میں ایک

رات منبر پر گیا اور قبل اس کے کہ میں گفتگو شروع کرتا میں نے ایک آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا سلام اللہ علیک یا حسینؑ۔ اے حسینؑ آپ پر خدا کا سلام ہو وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَتَلَکَ اور آپ کے قاتل پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور جس موضوع کے متعلق میں نے گفتگو کرنی تھی اس کا حسینؑ یا یزید کے ساتھ نزدیک یا دور سے کوئی تعلق نہیں تھا چنانچہ میں گفتگو کے موضوع کو بھول گیا اور میں نے لفظ حسینؑ جب وہ بغیر کسی قید کے بولا جائے کی تشریح شروع کر دی اور لفظ یزید کی اور یہ کہ شیعہ ان دونوں الفاظ سے کیا مراد لیتے ہیں تو میں نے اپنی گفتگو میں کہا۔ کہ تغیر و تبدیلی صرف محدود مادہ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے تجاوز کر کے افکار و لغت تک بھی پہنچتی ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں ایک دوسرے کی لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے میں دخیل ہیں۔ اور لفظ حسینؑ ابتدا میں نام تھا حسینؑ بن علیؑ کی ذات والا صفات کا پھر یہ زمانے اور واقعات کے ساتھ بدل گیا ہے اور اب حسینؑ اور ان کے باپ کے شیعوں کے نزدیک رمز اور اشارہ بن چکا ہے اس جواں مردی اور جہاد کا جو ظلم و جور سے انسانیت کو آزاد کرانے کے لئے کیا جائے اور یہ عنوان ہو چکا ہے۔ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو محمدؐ بن عبداللہؐ کے دین کو زندہ کرنے کے لئے فدا کرنے اور قربانی دینے کا اور اس حقیقت پر امام حسینؑ کے اس قول سے بڑھکر کوئی چیز زیادہ صحیح دلالت نہیں کر سکتی کہ جو آپ نے شہادت کے

میدان کی طرف جاتے ہوئے فرمایا تھا امضی علی دین النبی۔ میں دین نبی پر چل کر جا رہا ہوں۔ اور باقی رہا لفظ یزید تو یہ پہلے تو معاویہ کے بیٹے کا نام تھا لیکن اب یہ شیعوں کے نزدیک فساد و استبداد۔ فسق و بے حیائی کی رمز اور زندیقیت و الحاد کا عنوان ہے۔ پس جہاں شر و فساد ہوگا وہاں یزید کا نام آئے گا اور جہاں خیر و حق اور عدل ہوا۔ وہاں حسینؑ کا نام آئے گا۔

ایک شیعہ شاعر کہتا ہے۔ کان کل مکان کربلا۔ لدی عینی وکل زمان یوم عاشورا۔ گویا میری آنکھوں کے سامنے ہر جگہ کربلا ہے اور ہر وقت یوم عاشورہ ہے

اور میں منبر سے اترا ہی تھا کہ مرحبا کہہ کر ایک جوان نے میرا استقبال کیا اور کہنے لگا کہ حقیقت یہی ہے اور اسی طرح ہی اسلام اور تاریخ کو سمجھا جائے۔ خصوصاً سانحہ کربلا کو پھر اس نے مجھ پہ ایک سوال کیا کہ جس کے جواب میں اس نے مجھ سے اتفاق کیا اور میں اس سے پہلے اس جوان کو نہیں پہچانتا تھا۔ اور جب لوگوں نے مجھ سے اس کا تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ بحرین کے اہل سنت میں سے ہے اور حکومت کے ایک بڑے منصب پر فائز ہے۔

امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا علم۔

اسلام سے پہلے عرب کے نزدیک حیات فکری کا مظہر لغت شعر

مثالیں قصص اور معرفت انساب تھا اور اسلام کے بعد حیات فکری اور
مادی بدل گئی اور علوم متعدد اقسام میں بٹ گئے اور جس کسی چیز کی طرف
قرآن نے نزدیک یا دور سے اشارہ کیا وہ مستقل علم ہو گیا اور اسلام
صرف عقائد اخلاق اور عبادات سے متعرض نہیں ہوا بلکہ وہ تشریع
قضاء اور تکوین اور لوگوں کے ایک دوسرے کے ربط و علاقہ سے
بھی متعرض ہوا ہے اور چونکہ اسلام دنیاوی زندگی سے متعرض ہوا
تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مبدء عالم (عمومی قوانین) پر ایمان لے
آئے اور وہ یہ کہ دین مبدء تشریع ہے اور انہیں یہ ایمان اسی طرف
چلا کر لے گیا کہ وہ دین سے ہی اپنی حیات فکری کی اساس و بنیاد حاصل
کریں اس کے مختلف فروعات اور شعبوں میں اور وہ ہر مسئلہ میں
جو انہیں در پیش ہو خدا کا ارادہ اور رسولؐ کا مقصد تلاش کریں۔
چاہے وہ دینی مسئلہ ہو یا دنیاوی۔ کیونکہ جب دین مصدر ہدایت ہے
تو ضروری ہے کہ وہ معرفت کا مصدر بھی بنے اور اس مدد و نصرت نے
ان کے تمام ادوار میں ان کا ساتھ دیا اور وہ اسے نہ بھولے بعد اس کے
کہ وہ فلسفہ یونان اور متمدن لوگوں سے جا ملے اور جب بعد میں مسلمانوں
نے اس فلسفہ کو جان لیا تو اسے دین کی طرف موڑا اور اس کی واضح ترین
مثال علم کلام و توحید ہے کیونکہ یہ شکل و صورت میں تو فلسفی ہے
لیکن اپنے مادہ کے لحاظ سے دینی ہے۔

اور اس وقت ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم اہل بیتؑ کے ہر امام کے

حالات لکھیں اور مختلف علوم میں ان کی قدر و منزلت بیان کریں۔ بلکہ
ہمارا عمدہ مقصد یہ ہے کہ ہم ان کے علوم کی تصویر کشی عمومی حیثیت
میں پیش کر دیں اور اس کی بہترین مثال حضرت علیؑ اور ان کے پوتے
امام جعفر صادقؑ کا علم ہے ان دونوں کا علم شائع اور منتشر ہوا ہے
اور اس کا اثر اسلامی تالیفات اور مدارس میں باقی آئمہؑ کے علم سے
زیادہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم ان دو عظیم شخصیتوں کے علم کا تصور کر سکیں
تو ہمارے لئے ممکن ہو جائے گا کہ ہم اسی سے باقی آئمہ علیہم السلام کے
علوم کی انتہا کو درک کر لیں۔ کیونکہ ہر امام اپنے باپ سے حاصل کرتا
تھا یہاں تک کہ یہ سلسلہ رسول اعظمؐ تک پہنچا۔ جیسا کہ شیخ ابو زہرہ
نے اپنی کتاب امام صادقؑ میں کہا ہے کہ امام علی بن ابی طالبؑ دین و دنیا
کے عالم تھے کہ جن سے قرآن اور سنت متعرض ہوتے ہیں اور آپ سے کوئی ایسی
چیز مخفی نہیں رہی کہ جس کا نزدیک یا دور سے اسلام کے ساتھ تعلق تھا بلکہ آپ
کے متعلق روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ثنیت لی الوسادۃ لا فتیت
اہل التوراۃ بتوراتھم واھل الانجیل بانجیلھم واھل القرآن بقرآنھم
اگر میرے لئے مسند بچھا دی جائے تو اہل تورات کو تورات سے اہل انجیل
کو انجیل سے اور اہل قرآن کو قرآن سے فتوے دوں اور آپ کا یہ علم رسول
اکرمؐ سے طویل صحبت کا نتیجہ تھا کیونکہ حضورؐ نے انہیں اس وقت سے
اپنے ساتھ منسلک کر لیا تھا جب علیؑ ابھی بچے تھے اور بعد اعلان نبوت
آپ کے سایہ میں رہے یہاں تک کہ نبی اکرمؐ رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور

علیؑ اسوقت مسلمان ہوئے جب روئے زمین پر محمدؐ اور ان کی زوجہ محترمہ خدیجہؓ کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں تھا اور نبی اکرمؐ نے آپ کی تربیت اور پرورش میں اہتمام کیا اور انہیں اپنے اسرار کا امین بنایا اور انہیں اپنے علم کے لئے انتخاب کیا اور وہ آپؐ کے کاتب نسب میں شریک اور آپ کی شہزادی کے شوہر اور آپؐ کے دو بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کے باپ تھے اور انہیں اپنا بھائی بنایا جب مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور وہ آپؐ کے بدلے آپؐ کے بستر پر سونے والے ہیں جس وقت مشرکین نے ارادہ کیا تھا کہ جو بستر پر سویا ہوگا اس کو قتل کر دیں گے اور انہیں اپنا جانشین مقرر کیا ان امانتوں کے لئے جو آپ کے پاس ودیعت تھیں جب آپؐ نے مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی جیسا کہ آپؐ نے انہیں اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا تھا۔ مدینہ پر جب آپؐ جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تھے اور ان سے فرمایا تھا کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسٰیؑ سے تھی اور انہیں قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا اور رسول اکرمؐ کی طرف سے انہوں نے ہی سورۃ برأۃ کی تبلیغ کی اور آپؐ کی تمام جنگوں میں وہ نبی اکرمؐ کے ساتھ رہے بلکہ علیؑ نفس نبیؐ تھے جیسا کہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ ناطق ہے۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔ اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابناءنا

سے مراد حسنؑ و حسینؑ اور نساءنا سے فاطمہؑ اور انفسنا سے نبیؐ و علیؑ (بلکہ صرف علی کیونکہ کوئی شخص اپنی ذات کو تو نہیں بلاتا مترجم) اور نبی اکرمؐ نے فرمایا علیؑ محمدؐ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ اس امت کا ربانی (اللہ والا) ہے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے علاوہ آپ کے دیگر فضائل کے کہ جن کے متعلق طٰہ حسین نے اپنی کتاب (علیؑ و بنوہ) میں کہا ہے کہ علیؑ ان فضائل کے اہل تھے بلکہ ان سے زیادہ کے اور ان فضائل کو اچھے مسلمان جانتے ہیں اور ان پر اہل سنت کا بھی ایمان ہے جس طرح ان پر آپ کے شیعہ ایمان رکھتے ہیں۔

یہ فضائل اس عقل کے علاوہ ہیں کہ جس میں ہر چیز کے لئے تھی اور اس فراست کے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی تھی اور اس حکمت و دانائی کے جو کہ حقیقت و واقعہ تھی۔

اور اس بلاغت کے علاوہ ہیں کہ جس کے مافوق بلاغت قرآن کے علاوہ کوئی بلاغت نہیں ہے بے شک یہ علم و عقل و حکمت و بلاغت امام علیہ السلام کی طرف سے عالم تشریع کے ترجمان اور تمام علوم اسلامیہ کے مرجع اور تمام مذاہب اسلام کے قائد قرار دیئے گئے ہیں۔ حضرت علیؑ کے زمانہ میں مسلمانوں کے علوم مدون اور لکھے ہوئے نہیں تھے اور جب مسلمانوں کے علوم منظم ہوئے اور ان کے ابواب و فصول نہیں اور انہوں نے فقہ و اصول و تفسیر و حدیث و علم کلام و توحید و ادب اور اس کی

تاریخ و بلاغت اور مذاہب و فرق وغیرہ میں کتابیں لکھیں تو ہر عالم اور مؤلف نے آپ کے علم و حکمت کے نور و روشنی سے مدد لی۔ اور آپ کے اقوال اور بلاغت سے ہر ادیب اور لکھنے والے نے دلیل و حجت حاصل کی (مؤلف کی کتاب علیؑ و فلسفہ دیکھو)

علیؑ اصول اور ان نظامی امور کے عالم تھے کہ جنہیں قرآن اور رسول اسلامؐ نے مقرر کیا تھا اور وہ چیزیں جن سے لوگوں کی فارغ البالی اور خوشگواری محقق ہوتی تھی۔ پس آپؑ نے ان امور کو اپنایا اور اپنے عمال اور کارندوں کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا اور انہیں اصول میں سے ہے عامۃ الناس کا احترام کرنا آپ نے اپنے اس عہد نامہ میں جو مالک اشتر نخعی کو دیا جب انہیں مصر کا گورنر بنایا ارشاد فرمایا بے شک خواص کی ناراضگی معاف ہو سکتی ہے عوام کی رضا کی صورت میں پس تیرا جھکاؤ ان کی طرف ہو اور ان کے میلان رکھ آپ نے اپنے ایک کارندہ کو جسے خراج پر معین کیا تھا۔ تحریر فرمایا۔ خراج کے وصول کرنے میں لوگوں کے سردی اور گرمی کے لباس نہ بکوا دینا اور نہ وہ جانور کہ جن سے وہ کام لیتے ہیں اور نہ ان کے غلام اور کسی کو ایک درہم کے بدلے کوڑا نہ لگانا۔ (مؤظفین (ملازمین حکومت کی رعایت) اور مالک اشترؒ کو وصیت کی کہ ایسے ملازمین کا انتخاب کرو۔ جو امور کی انجام دہی کی کفایت کریں اور ان کے اخراجات میں وسعت سے کام لو کیونکہ یہ چیز ان کے نفوس کی اصلاح میں قوت کا باعث ہوگی اور انہیں ان چیزوں سے بے پرواہ کرے گی۔ جو

لوگوں کے ہاتھ میں ہیں اور ان کے خلاف حجت ہو گی اگر انہوں نے احکام کی مخالفت کی۔

پیداوار کی زیادتی:۔

اور مالک اشترؒ ہی سے فرمایا! اور تیری نظر زمین کے آباد ہونے کی طرف خراج لینے سے زیادہ" ہونی چاہیئے۔ یہاں تک کہ فرمایا اور زمین کی بربادی اس کے آباد نہ کرنے کی طرف سے ہے بسبب والیان حکومت کے نفوس کے جمع کرنے پر جھک جانے سے اور ان والیوں کے باقی رہ جانے کے متعلق برے گمان کی بنا پر۔

جنگ سے ناپسندیدگی:۔

آپؑ سے اہل عراق نے کہا جب ابتداء میں آپؑ اہل شام سے جنگ کرنے میں انہیں تاخیر کرتے نظر آرہے تھے لوگوں کا گمان ہے کہ آپ جنگ کو موت کی طرح ناپسند کرتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں موت پر داخل ہوں یا موت نکل کر میرے پاس آ جائے۔ خدا کی قسم میں نے کسی دن جنگ کو نہیں دفع کیا اور روک رکھا مگر یہ کہ میں طمع اور آرزو کرتا ہوں کہ کوئی گروہ ان کا مجھ سے آ ملے اور وہ ہدایت حاصل کر لے اور میری روشنی سے اپنے اندھے پن کو دور کرے اور یہ بات مجھے

اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس گروہ کو اس کی گمراہی پر قتل کر دوں اور جبکہ وہ اپنے گناہوں پر برقرار ہوں اور آپ نے اپنے اصحاب سے اس وقت فرمایا جب وہ آپ کے دشمنوں کو جنگ صفین میں سخت زخم لگا چکے تھے۔ پشت پھیرنے والے کا پیچھا نہ کرنا اور زخمی کو قتل نہ کرنا اور ان کا مال نہ لوٹنا پس وہ دشمن کے لشکر میں سوتے اور چاندی سے گذر جاتے لیکن کوئی بھی انہیں نہ اٹھاتا اور آپ کو یہ خبر ملی کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حمق معاویہ اور اس کے لشکر کو گالیاں دے رہے ہیں تو آپ نے کسی کو ان کے پاس بھیجا کہ اس بات سے رک جاؤ جو تمہارے متعلق مجھ تک پہنچی ہے تو ان دونوں نے عرض کی اے امیر المومنین کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں۔ آپ نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا۔ کہ تم لوگ گالیاں دو اور لعنتیں کرو۔ بلکہ یہ کہو کہ خدایا ہمارے اور ان کے خون کو محفوظ رکھ اور ہمارے درمیان صلح کرا دے۔

مساکین :-

اللہ کو یاد رکھنا نچلے طبقہ کے معاملہ میں کہ جن کے پاس کوئی حیلہ اور چارہ کار نہیں اور وہ مساکین جو محتاج ہیں اور سختی و تنگی میں اور آفت زدہ ہیں اور اللہ کے لئے اس کے قائم کردہ حق کی ان کے بارے میں حفاظت کرو۔ جس کی اس نے محافظت چاہی ہے اپنے ہم و غم کو

ان سے خارج نہ کر اور ان کے سامنے اپنے رخسار کو پھیرنے اور ان میں سے جو مجھ تک نہیں پہنچے ان کے معاملات کی چھان بین رکھا کرو۔

امام کی قضاوت :-

اور آپ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے قاضی اور فیصلہ کرنے والے تھے۔ اور فیصلے اور قضاوت کرنا ہی خدا کے دیئے ہوئے عطیات اور درست رائے اور یہ کہ کس نے علم کو روایت سے یاد رکھا ہے کی کسوٹی ہے۔

احمد امین نے کتاب فجر الاسلام کی پہلی جلد میں کہا ہے آپ فیصلہ کرنے والی عقل کے مالک تھے آپ کو رسول اللہؐ نے یمن کی قضاوت سونپی تھی۔ اور آپ کے کچھ ایسے فیصلے ہیں کہ جن کی صحت مختلف قضایا کی شکلوں میں ثابت ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا مقدمہ درپیش نہ ہو کہ جس کے فیصلہ کے لئے ابوالحسنؑ موجود نہ ہوں اور یہ قول عمر بن خطاب سے مشہور ہے اور نقہاء اہل سنت و شیعہ کے ایک گروہ نے آپ کے فیصلوں میں مستقل کتب تحریر کی ہیں۔ ان میں سے ایک ترمذی ہیں جو صحاح ستہ میں سے ایک کے مؤلف ہیں اور علی بن محمد مصری۔ اور محمد بن قیس بجلی اور علی بن ابراہیم قمی اور السید محسن امین نے کئی ایک فیصلوں کا اضافہ کیا ہے۔ علی بن ابراہیم قمی کی کتب میں اور اسے کتابی شکل میں طبع کیا ہے

کہ جس کا نام ہے عجائب احکام امیر المومنینؑ۔

ان فیصلوں میں سے ایک یہ ہے کہ چار آدمیوں نے شراب پی لی اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک چھری تھی جب نشہ میں مست ہو گئے تو ایک دوسرے پر چھریاں چلانے لگے اور ان میں سے دو مر گئے اور دو زندہ رہے تو قتل ہو جانے والوں کے وارث امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ان دونوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے لہذا ان سے ہمارا قصاص لیجئے آپ نے ان سے فرمایا تمہیں کہاں سے اس کا علم ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کو قتل کر دیا ہو لہذا دیت چاروں پر تقسیم ہوگی اور جو دو باقی رہ گئے ہیں۔ وہ مرنے والوں کی دیت کا چوتھا حصہ ادا کریں اور اس حکم کا مبنی یہ ہے۔ کہ شراب پینے پر اکٹھ کرنا۔ اور چھریاں اٹھا لینا قانون اور شریعت کی صریح مخالفت ہے اور جنایت قتل اس مخالفت شریعت سے نمودار ہوئی ہے کہ جس میں چاروں افراد شریک تھے لہذا جنایت قتل بھی چاروں میں مشترک ہوگی۔ ان میں سے ایک فیصلہ یہ ہے کہ چھ لڑکے دریا فرات میں ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہے تھے ان میں سے ایک غرق ہو گیا تو تین نے دو کے خلاف گواہی دی کہ ان دونوں نے اسے غرق کیا ہے اور دو نے تین کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے غرق کیا ہے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ دیت کو پانچ حصوں میں بانٹا جائے ان میں سے تین حصے دو سے اور دو حصے تین سے وصول کئے جائیں۔ اس حکم کو مستند

مسئلہ انسان اپنے افعال میں مستقل ہے اور مسئلہ جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور اس سے توبہ نہ کرے اور مسئلہ امکان دیدارِ خدا اور مسئلہ کیا صفات خدا عین ذات ہیں یا غیر ذات اور مسئلہ خلق قرآن اور اس مسئلہ کا اختلاف اس درجہ تک نہیں پہنچا تھا کہ جہاں ماموں کے زمانہ میں پہنچا اور ان اختلافات کا اثر علم و ادب و سیاست میں بہت زیادہ ہوا۔

رہا ان کا اثر علم میں تو اس لحاظ سے کہ خلافت میں نظر و فکر تابع تھی ریاست کے معنی اس کے اہمیت اس کے مقصد اور اس کے شروط کے اور ارادہ و اختیار کی بحث تابع تھی عدل خدا اور حکم عقل کے اور انسان کے ثواب و عقاب کے مستحق ہونے کے اور گناہ کبیرہ کی بحث تابع تھی۔ ایمان و کفر کی حقیقت و ماہیت کے اور یہ کہ لوگوں کا ایک دوسرے سے کیا علاقہ و تعلق ہے۔

اور امکان دیدار خدا کی بحث تابع تھی۔ مسئلہ وجود صفات موجد اور قدم و حدوث کے ان مسائل اور ان جیسے مسائل کی بحث کی انتہا حتمی طور پر کائنات اور اس کے اسباب تک جا پہنچتی تھی۔

باقی رہا ان علوم کا اثر ادب پر تو شعراء کھڑے ہو گئے۔ بعض اس مبنی کی تائید کرتے اور اس کی طرف بلاتے تھے اور بعض اس سے جھگڑتے اور وہ دوسرے مبنی کی طرف بلاتے تھے۔

اور ان کا اثر سیاست پر تو زیادہ واضح اور مبالغہ کی حد تک

قرار دیا گواہوں کی تعداد پر تین نے دو کے خلاف گواہی دی تھی لہذا ان دو کے ذمہ تین حصہ آئے ایک ایک پانچواں حصہ اور ایک آدھا اور دو نے تین کے خلاف دی تھی تو ان پانچ میں سے دو حصے دینے پڑے ہر ایک پر پانچویں حصہ سے کچھ کم۔

امام جعفرِ صادقؑ کا عِلم:-

امام جعفر صادقؑ نے بنی اُمیہ کے آخری اور بنی عباس کے ابتدائی دورِ حکومت میں زندگی بسر کی۔ جبکہ دنیا عربوں کی طرف فتوحات کی وجہ سے رخ کر چکی تھی اور عرب متمدن قوموں کے ساتھ مل چکے تھے مثلاً ایرانی کہ جن کے پاس طبابت ہندسہ جغرافیہ۔ حساب علم نجوم ادب اور تاریخ تھی اور مثلاً مصری اور ان کے پاس اسکندریہ کا مدرسہ تھا اور سوریا کے رہنے والے کہ جو رومانی عقلیات کو ترجیح دیتے تھے اور اسی زمانہ میں یہ علوم زبان عربی میں منتقل ہونے شروع ہوئے تھے تو مسلمان ان کی طرف بڑھے اور انہیں فقہ و تفسیر وحدیث اور نحو وغیرہ کے ساتھ پڑھنے پڑھانے لگے اور ان علوم کے لئے درس کے لئے علمی حلقے شام وعراق و حجاز کی مساجد میں قائم کرنے لگے۔

اسی زمانہ میں اور انہیں حلقوں میں سخت قسم کے مناقشات و اعتراض کھڑے ہوگئے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو کئی مذاہب اور فرقوں میں تقسیم کر دیا یہ مناقشات اور اعتراضات مسئلہ خلافت اور

پہنچا ہوا تھا کیونکہ ان میں سے بہت سے مسائل کا تعلق حکام اور ان کے احکام کے جواز اور محکومین کا ان سے کیا تعلق ہے سے تھے۔ اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کے آدمی ہر اس عالم کو سزا دیتے کہ جس کے اقوال و آراء کے ساتھ ان کی سیاست اتفاق نہ کرتی اور اس عالم کو اپنے تقرب سے نوازتے کہ جس کے قول سے انکا ظلم و استبداد صحیح قرار پاتا۔ اسی لئے ان امور کے متعلق بعض بحث کرنے والوں نے کہا ہے کہ یہ اختلافات ابتداء میں تو سیاسی تھے پھر ان کے سیاسی پہلو پر دینی پہلو غالب آگیا۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں علمی نہضت اور چہل پہل اور مذاہب کی تقسیم اور سیاسی اختلافات کی زیادہ تر تاریخ کی ابتداء امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں ہوئی اور اس کے ساتھ یہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ جس پر تمام اہل سیر اور سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ امام صادقؑ سیاست سے بالکل الگ تھلگ تھے اور آپ کی کمل توجہ علم کی طرف تھی جب ہم یہ سب چیزیں دیکھتے ہیں تو ہمیں کوئی تعجب و حیرانگی اس بات میں نظر نہیں آتی کہ جیسے ہم اہل حدیث کے ہاں پڑھتے ہیں کہ جنہوں نے ان راویان ثقات حدیث کے نام جمع کئے ہیں جنہوں نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وہ چار ہزار تھے اور جس کو ابن حجر نے اپنی صواعق میں لکھا ہے کہ لوگوں نے صادقؑ سے وہ علوم نقل کئے ہیں کہ جنہیں قافلے لے کر چلتے تھے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی اور جسے فرید

جدی نے دائرہ معارف القرن العشرین میں کہا ہے کہ جابر بن حیان نے کیمیا میں ایک کتاب لکھی جس کے ہزار ورق تھے کہ جس میں جعفر صادقؑ کے وہ کتابچے تھے اور وہ پانچ سو رسالے تھے اور جیسے شہرستانی نے الملل والنحل میں ذکر کیا ہے کہ صادقؑ دین کے بے بہا علم اور حکمت کے ادب کامل اور دنیا کے زہد اور شہوات سے ورع تام کے مالک تھے آپ ایک مدت تک مدینہ میں اپنے شیعوں کو مستفید فرماتے رہے اور اپنے موالیوں کو اسرار علوم سے نوازتے رہے۔ پھر آپ عراق تشریف لے گئے اور وہاں ایک مدت تک قیام فرمایا اور جو کچھ کتاب عقیدۃ الشیعہ تالیف منتشرق روایت میں آیا ہے کہ صادقؑ کے شاگردوں میں سے ایک گروہ نے عظیم حصہ حاصل کیا ہے۔ علم فقہ و کلام کا اور ان میں سے دو جو کہ ابو حنیفہ اور مالک بن انس ہیں جو بعد میں مذاہب فقہ کے امام ہو گئے اور واصل بن عطا معتزلہ کا رئیس اور جابر بن حیان مشہور کیمیاگر آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ علاوہ ان چیزوں کے کہ جنہیں مغربی و مشرقی مفکرین نے ذکر کیا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کے مدرسہ کا خاص طرز و طریقہ اور آپکی تعلیمات

ہم علم امام اور ان کے خاص طریقے کے متعلق جو مختصر گفتگو کرتے ہیں آپ کے آثار کی روشنی میں ہے کہ جس کی اسلامی میراث نے حفاظت کی ہے اور جس تک ہر وہ شخص پہنچ سکتا ہے جو اس تک پہنچنا چاہے

اور آپ کا یہ میراث کیمیا، علم کلام و توحید اخلاق اور تمام علوم دینیہ میں کہ جن کے مختلف فروعات ہیں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

علم کیمیا :۔

صادقؑ کے علم کیمیا پر کئی ایک رسالے ہیں کہ جنہیں آپ کے شاگرد جابر بن حیان نے اپنے مختلف تالیفات میں درج کیا ہے اور ان میں سے بعض نشر بھی ہو چکے ہیں اور بعض ابھی تک نشر نہیں ہوئے اور قاہرہ میں موجود ہیں اور چھپ چکے ہیں ان میں سے کتاب الرحمۃ کتاب المیزان کتاب الملک کتاب مختار رسائل جابر بن حیان ہے ہم ان کے نمونے اور فوائد کی بحث اس فن سے اختصاص رکھنے والوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

علم الکلام و توحید :۔

آپ کی کتاب توحید مفضّل ہے کہ جسے مجلسی نے مکمل طور پر بحار میں نقل کیا ہے۔ اور مصر میں علیحدہ چھپ چکی ہے اور آپ کے احتجاجات اور الہیات کی تعلیمات ہیں کہ جو تتبع کرنے والے شخص کو کلینی کی کتاب کافی اور سید مرتضیٰ کی شان اور ان کے علاوہ دیگر علماء شیعہ امامیہ کی کتب حدیث و عقائد میں مل سکتی ہیں۔ اور آپ کا طرز طریقہ ماوراء الطبیعات کے سمجھنے کا منطق عقل و فطرت پر مرکوز ہے

اور آپ پر بھروسہ اور وثوق کرتے ہیں اس نتیجہ اور استنباط پہ کہ جسے فرض صحیح سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ ہر فرض صحیح ہوتا ہے جب وہ منطقی نتیجہ ہو یہی فقیہ کا اور اس اسلوب پر موجودہ زمانہ کے علماء طبعیین وغیرہ اعتماد کرتے ہیں اور اس کے ساتھ امام حدوث عالم پر استدلال کرتے ہیں اور ان کے حدوث سے وجود صانع پر اور آپ پورا اہتمام بلیغ صرف کرتے تھے ہر اس شبہ کے دور کرنے میں جو خدا کی وحدانیت اس کے عدل اس کی قدرت اور اس کی بلندی و عظمت اور بعثت انبیاء اور ان کی عصمت کے گرد چکر لگاتا تھا۔

پس اللہ ایک ہے وہ عالم و قادر ہے اس کی صفات عین ذات ہیں اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اس کا کلام مخلوق ہے اور وہ کلام قدیم نہیں۔ لوگوں کا دوبارہ زندہ ہو کر قبور سے نکلنا اور حساب و کتاب ضروری ہے اور انبیاء نبوت کے اعلان سے پہلے اور اس کے بعد معصوم ہیں اور خلافت نص رسول سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ انتخاب سے انسان فاعل مختار ہے نہ کہ مجبور و قیدی اور اس کا چھٹکارا اس کے اپنے ہاتھ میں ہے نہ کسی اور شخص کے۔

اخلاق پر آپ کے مواعظ و حکم اور آپ کی وہ وصیتیں جو آپ نے اپنے گھر والوں اور اصحاب کو کی ہیں ان کو ہم مختلف مقامات پر ابو نعیم اصفہانی کی کتاب حلیۃ الاولیاء میں حسین حرانی کی تحف العقول میں محمد بن طلحہ شافعی کی مطالب السئول میں اور دوسری اخلاق و حدیث کی کتب میں

موجود پاتے ہیں اور اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک بہت ضخیم کتاب ہو جائے اور وہ مواعظ حسن سلوک کے قواعد کو وضع اور مقرر کرتے ہیں تمام لوگوں کے درمیان مساوات کی بنیاد پر اور اس اصول پر کہ انسان طبعی طور پر نیک اور ذاتی طور پر پاک و پاکیزہ ہے۔ اسے تربیت ماحول اور صفات خارجی فاسد کر دیتی ہیں۔

آپ کے ارشاد میں سے بعض یہ ہیں کہ انسان کی اصل بنیاد اس کی عقل ہے۔ اس کا حسب اس کا دین ہے۔ اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے اور سب لوگ اولاد آدم ہونے میں برابر کے شریک ہیں نفس انسانی انسان کو پگھلا دیتا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو کہ جس پر وہ بھروسہ رکھتا ہو اور جب وہ اپنی معاش کو جمع کرے تو مطمئن ہو جاتا ہے انسان کی بنیاد چند خصائل و عادات پر ہے پس جن خصائل و عادات پر بھی اس کی بنیاد ہو۔ کبھی اس کی بنیاد خیانت و جھوٹ پر نہیں رکھی جا سکتی اور جب انسان کی طبیعت ہی سچائی اور امانت پر مبنی ہے تو جھوٹا اور خائن وہ ہے جو انسان کو اس کی طبیعت اور وضعیت سے نکال لے جائے اور اس کی بناء اور وجود کے منہدم کرنے کے لئے کام کرے۔

شیعہ مذہب کی کئی ایک کتب تفسیر ہیں جن میں سے طبرسی کی مجمع البیان، شیخ طوسی کی تبیان مقداد کی کنز العرفان ہے۔ اور شیعہ علماء نے ان کتب میں اور ان کے علاوہ دیگر کتب تفسیر و حدیث میں امام صادقؑ سے قرآن مجید کی بہت سی آیات کی تفاسیر روایت کی ہیں۔

خصوصاً وہ آیات جن کا تعلق احکام سے ہے۔ اور شیعہ قرآن کی کسی آیت کی تفسیر باقی آیات سے تقابل اور جو صحیح طور پر نبی اکرم اور آئمہ اہل بیت سے تفسیر وارد ہوئی ہے۔ اس سے بحث و تمحیص کئے بغیر نہیں کرتے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بعض آیات نسخ شدہ ہیں اور بعض کی دوسری بعض تخصیص ہیں اور سنت میں بہت سی احادیث ہیں جو زیادہ آیات کی تفسیر کرتی ہیں اور خدا کا کلام اور رسولؐ کا ارشاد ایک دوسرے سے متناقض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ہی شے کی مانند ہیں پس اگر انہیں کتاب خدا میں کوئی ناسخ یا مخصص نہ ملے اور سنت میں تفسیر موجود نہ ہو تو پھر وہ آیت کی تفسیر اس کے ظاہر لفظ کے مطابق کرتے ہیں بشرطیکہ آیت کا ظہور حکم عقل کے منافی نہ ہو۔ ورنہ وہ ایسی تاویل ضروری سمجھتے ہیں کہ جسے لفظ برداشت اور عقل قبول کرلے اور یہ تفسیر کا طریقہ انہوں نے آئمہ اہلبیت سے لیا ہے۔

فقہ:-

فقہ اسلامی، انسان کے خصوصی اور عمومی حالات اور جو امور اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے واجب ہیں اور جو اس کی ذات اور اس کے خاندان سے متعلق ہیں اور جو حکومت اور مملکت سے تعلق رکھتے ہیں اور جو اس کے زراعتی اور تجارتی امور سے وابستہ ہیں اور جنہیں وہ درآمد یا خرچ کرتا ہے ان سب سے بحث کرتی ہے یہی

وجہ ہے کہ فقہ اسلامی باقی تمام علوم اسلامی سے زیادہ وسیع ہے۔ اور شیعوں کی ہر کتاب حدیث، فقہ اور ان کے تمام ابواب میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہی راز ہے کہ شیعہ امامیہ کو اکثر اوقات جعفریہ کا نام دیا جاتا ہے اور انہیں باقی آئمہ کو چھوڑ کر امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے اہتمام کیا ہے (کہ جن میں سے حافظ بن عقدہ زیدی اور شیخ ابو جعفر طوسی ہیں) کہ وہ ان افراد کے نام شمار کریں کہ جنہوں نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے اور ان کے نام اور روایات لوگوں کی دسترس میں موجودہ کتب میں تدوین شدہ ہیں تو ان کی تعداد چار ہزار افراد تک پہنچی ہے کہ جو عراق، حجاز، شام اور خراسان کے رہنے والے تھے اور محقق شیخ علی بن العال کی کتاب میں ہے۔ کہ جعفر بن محمدؑ سے مسائل کے جوابات میں سے چار سو کتابیں چار سو مصنفین کی لکھی گئی ہیں کہ جن کا نام انہوں نے اصول رکھا تھا اور انہیں کتب اصول کی وجہ سے صادقؑ مرجع ہیں فقہ و تشریع کا شیعہ امامیہ کے نزدیک اور آئمہ معصومینؑ کے زمانے سے تھوڑے دنوں بعد یہ چار سو اصول چار کتب میں جمع کر دیئے گئے وہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب کافی محمد بن بابویہ قمی (صدوق) کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور محمد بن حسن طوسی کی کتاب استبصار اور کتاب تہذیب ہے

احکام شرعی کے اثبات میں آپکا طریق کار:۔

صادقؑ قیاس پر عمل کرنے سے منع فرماتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ قیاسات انسان کو زیادہ تر حق سے دور کر دیتے ہیں اور آپ نے ہر اس ظن و گمان سے منع فرمایا جس کا استناد اور سہارا کسی مصدر و ماخذ صحیح پر نہ ہو اور قیاس کا معنی ہے ایک چیز کو حکم شرعی میں دوسری چیز کے ساتھ ملحق کرنا علت حکم شرعی میں اتحاد کی وجہ سے اور یہ قیاس احناف وغیرہ کے نزدیک اصول شرعیہ میں داخل ہے۔

اور جو شخص آپ کے اقوال و احکام کا تتبع کرے تو وہ آپ کو بذاتہٖ مستقل علمی شخصیت پائے گا۔ آپ اپنی حدیث کو دوسرے راویوں کی طرف اسناد نہیں دیتے تھے اور نہ ہی کسی مشہور قول یا منقول قول کی طرف مگر شاذ و نادر اور شیعہ کہتے ہیں کہ امام جب کوئی حدیث بیان کرے اور کسی کی طرف اس کی اسناد نہ کرے تو اس کی سند اس کے باپ دادا کے واسطہ سے رسول اکرم سے جا ملتی ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی آپ سے مروی ہے احکام شرعیہ کے متعلق مروی ہے وہ مبادی عمومیہ (عمومی اصول و قواعد) پر مرتکز ہے۔ ان میں سے

حریت و آزادی:۔

ہر انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت وہ اپنی ذات اور جو چیزیں اس

کے شئون و حالات سے مخصوص ہیں وہ انہیں تصرف کرنے میں آزاد ہے اور اس پر کسی کا کوئی تسلط نہیں مگر یہ کہ وہ بچہ ہو یا مجنون و سفیہ تو اس صورت میں اس پر قوی امین کو ولی بنایا جائے گا بشرطیکہ اس ولی کے تصرفات حق پر وہ اس کی مصلحت سے تجاوز نہ کریں کہ جس پر ولی بنایا گیا ہے۔ اور ان میں سے ایک مساوات ہے۔

تمام لوگ قانونی نظر میں برابر ہیں لہذا ہر جنایت کار کو سزا ملے گی۔ اور ہر غاصب کو تاوان دینا پڑے گا۔ حاکم اور صاحب منصب کے لئے کوئی رعایت نہیں چاہے کوئی بھی ہو اور جو قانون اساس تقویٰ سے ہٹ کر لوگوں کی تقسیم کرے وہ ظالمانہ قانون ہے۔

اور ان عمومی قوانین میں سے ایک انسان پر بھروسہ اور اس کے شعور کا احترام کرنا ہے۔ انسان کے تمام معاملات اور سارے تصرفات اصولی طور پر صحیح ہیں جب تک اس کے برعکس کوئی ثبوت نہ ہو۔ مگر جہاں کوئی انسان دوسرے کے خلاف دعویٰ کرے کیونکہ ہر انسان بری الذمہ ہے جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ اس کا دیندار ہے اور جو شخص کسی دین سے تدین رکھتا ہے اس کے اعمال پر صحت کے آثار مرتب ہوں گے جب تک وہ اعمال اس کے اپنے اعتقاد کے موافق ہوں اگرچہ وہ اسلام کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔

ان قواعد میں سے دھوکہ بازی کی حرمت ہے۔

علاوہ ازیں سود، ذخیرہ اندوزی اور ہر وہ معاملہ جو دوسرے شخص

کے لئے نتیجہ خیز ہو وہ باطل ہے اور شریعت و قانون کے خلاف ہر قسم کی حیلہ بازی گمراہی ہے اور جس شخص کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اسے اس میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے گا جب وہ تصرف دوسرے کے لئے ضرر رساں ہو۔

ان قواعد میں سے ایک اباحت و حلیت ہے۔

ہر وہ چیز جس میں کسی جہت سے لوگوں کی مصلحت ہے وہ حلال ہے جو شخص کسی چیز کے لئے مضطر و مجبور رہے وہ حلال ہے پس وہ بھوکا جسے اپنی زندگی بچانے کا راستہ نہیں ملتا اسے چوری کی سزا نہیں دی جائے گی۔ جو مقروض قرض ادا کرنے سے عاجز ہے اسے قید نہیں کیا جا سکتا اور جن چیزوں کی طرف رہنے کھانے اور پہننے کے لئے مضطر ہے ان سے اسے نہیں روکا جائے گا۔

ان میں سے ایک اصول ذمہ دار بننا ہے۔

ہر بالغ و عاقل کے لئے ایک ذاتی صفت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس کا اہل ہے کہ کسی پر کوئی چیز لازم قرار دے یا کسی چیز کا وہ خود ملتزم ہو جائے اپنے نفع کے لئے یا نقصان برداشت کرنے کے لئے اور جو شخص ضامن بنے یا اپنے ذمہ میں کچھ لے لے یا کسی عمل یا مال کا ذمہ دار قرار دیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اس کے طریقہ پر ادا کرے اور دوسری طرف کو یہ حق ہے کہ وہ اس کا محاسبہ کرے اور اس کو دفاع عہد

کا پابند کرے اور اسے حق تسلط ہے اس پر اور اس کے مال پر جب وہ خیانت کرے یا کوتاہی کرے البتہ الزام و التزام کی یہ بنیادی شرط ہے کہ وہ عمل ملتزم کا حق ہو اور ذاتی طور پہ جائز ہو۔ اور وہ ملزم کرنے والے یا التزام کرنے والے کے لئے مضر نہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کے لئے لہذا ہر وہ معاہدہ جو معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ تخصیص نہ رکھتا ہو یا ان دونوں کے لئے یا ان میں سے کسی ایک کے لئے یا کسی تیسرے شخص کے لئے ضرر کا باعث ہے یا اس کی حقیقت معلوم نہیں تو وہ گمراہی ہے ضروری ہے کہ اس کو لغو قرار دیا جائے اور ہر تجارت زراعت اور صنعت کہ جس میں ضرر کا شائبہ ہے وہ فاسد ہے جو شخص نذر کرے یا قسم کھائے یا خدا سے عہد کرے کہ ایسا کام کرے گا جو اس کے لئے یا اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے مضر ہو تو اس کی نذر قسم اور عہد لغو ہے۔ جناب صادق نے یہ عہد و قانون کئی ایک احادیث کے ذریعہ مقرر فرمایا ہے۔

ان میں سے بعض احادیث یہ ہیں جو شخص کتاب خدا کے علاوہ کوئی شرط قرار دے تو وہ نہ اس کے نفع میں جائز ہے اور نہ ہی خدا کی صورت میں اور مسلمان اپنے شرطوں کے ساتھ ہیں مگر وہ جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائے جو شرط کتاب خدا کے خلاف ہو وہ مردود ہے جب تو اپنی قسم کے غیر میں خیر دیکھے تو قسم کو چھوڑ دے اور اس کام کو کر جس میں خیر ہے اور تجھ پر کوئی کفارہ نہیں بلکہ وہ شیطان کے

دوسروں میں سے ہے کفارہ وہاں ہے جب انسان قسم کھائے کہ وہ زنا نہیں کرے گا شراب نہیں پیئے گا اور خیانت نہیں کرے گا اور دیگر اس قسم کے امور اور ان قواعد میں سے ایک قاعدہ اقرب فالاقرب ہے۔

حضرت صادقؑ نے اس مبدء پر میراث میں اعتقاد کیا ہے پس آپ نے اولاد اور ماں باپ کو اولیٰ قرار دیا ہے بھائیوں اور اجداد سے اور بھائی اور جد کو چچوں اور ماموں سے جب پہلے طبقہ کا ایک فرد بھی موجود ہو تو وہ دوسرے طبقہ کے ہر وارث کے لئے میراث لینے سے مانع اور حاجب ہو گا۔ لہٰذا بیٹی اپنے چچے کے لئے مانع ہو گی جس طرح کہ بیٹا مانع ہوتا ہے۔ بغیر کسی فرق کے۔

اور اسی مبدء اور اصول پر نفقات میں بھی اعتقاد کیا ہے فرمایا کہ بہترین خرچ جو انسان کرتا ہے وہ ہے جو اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر کرے پھر اپنے والدین پر پھر تیسری جگہ اپنے رشتہ داروں اور بھائیوں پر چوتھا مقام ہے فقراء ہمسایوں کا پھر پانچویں منزل ہے سبیل اللہ (اللہ کی راہ) کی اور اس کا اجر سب سے کم ہے۔ یہ جتنے مبادی اور اصول ہم نے ذکر کئے ہیں یہ تو من باب امثال ہیں نہ کہ حصر مقصود ہے بہت سے امور مدنی (ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں) ہیں مثلاً خرید و فروخت اجارہ و کرایہ اور بیگار اسی قسم کے اسباب و عقود بعض امور جنایتی ہیں مثلاً قتل کرنا چوری کرنا اور بعض حالات شخصی سے متعلق ہیں۔ شادی کرنا۔ وصیت کرنا اور تمام قسم کے معاہدے اور

التزامات اور یہ چیزیں امام صادقؑ کے احکام میں روح شریعت کی پوری تصویر کشی کرتی ہیں اور فقہ میں آپ کے مسلک و مذہب کو بتاتی ہیں کہ جنہیں آپ نے حقیقی زندگی سے اخذ کیا ہے انسان کی کرامت و بزرگی اس کی حریت و آزادی اس کے حاجات و مصالح کو سامنے رکھ کر نہ صرف علم و خیال سے اور مذہبی تسلط کی خواہشات اور ذخیرہ اندوزوں کی شہوات سے بلکہ حریت و مساوات حقوق انسانی کی حفاظت اور انسان کی ذمہ داریوں کے احترام سے اور اس قسم کی چیزیں ہی صحیح مدرک و ماخذ فقہ ہیں امام صادقؑ کے نزدیک اور کتاب و سنت تعبیر صادقؑ اور لسان صادقؑ ہے ان مبادی و اصول کی اور یہی مقصد تھا۔ حضرت صادقؑ کا جب آپ نے اپنے شیعوں سے فرمایا کہ ہماری طرف سے منسوب شدہ حدیث کو قبول نہ کرنا مگر وہ جو کتاب خدا اور سنت کے موافق ہو یا جس پر ہماری احادیث میں سے کوئی شاہد ہو یعنی وہ حدیث قبول نہ کرنا جس میں ظلم و عدوان کا شائبہ ہو۔

اور فقہ کی طرف اس نظر سے دیکھنا یہ اس ثقافت وسیع اور کتاب و سنت کے اس کثیر علم کا طبعی نتیجہ ہے اور امام صادقؑ کے مبدء وسیع پر ہر اس شخص پر واجب ہے جو فقہ کو سمجھنا چاہتا ہے کہ وہ مبادی انسانیت کو ہر چیز سے پہلے یاد رکھے ورنہ وہ بہت ہی دور ہے۔ فقہ صادقؑ آیات خدا اور سنت رسول سے اعنی علی دین النجار (میں دین علیؑ پر چل کر دنیا سے گزروں گا) (امام حسینؑ)

زندہ کا معنی:۔

ایک سوال ہے جو ابتداء میں عجیب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ زندہ ہے اور یہ مرا ہوا ہے۔ اس کا کیا معنی ہے۔

اور تعجب کی وجہ یہ ہے کہ زندہ کا معنی مشہور و معروف ہے اور اسی طرح مردہ کا بھی لیکن غور و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال درست ہے اور اب آپ کی خدمت میں اس کو بیان کیا جاتا ہے۔

ہر فرد انسان کے لئے ایک واقعیت ہے کہ جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے اور وہ اس کا ذاتی عمل ہے اور یہ عمل کبھی تو اس کی ذات پر ہی منحصر رہتا ہے اور اس کا اثر اس کے غیر تک نہیں پہنچتا اور کبھی اس سے تجاوز کر کے دوسروں کو بھی اس کا نفع پہنچتا ہے پہلا شخص نام کا زندہ ہے لیکن واقع میں مردہ ہے اگرچہ وہ کھاتا ہے پیتا ہے جب تک کوئی شخص اس کے وجود کو محسوس نہ کرے اور دوسرا شخص اپنے باقی رہنے والے آثار سے زندہ ہے اس کا وجود ان آثار کے وجود کے ساتھ برقرار رہتا ہے اگرچہ وہ مٹی اور بوسیدہ ہڈیاں ہو جاتا ہے۔

وہ محمد مصطفیؐ کہ جن کا نام عبادت گاہوں اور مساجد میں نمازوں اور دعاؤں میں ہر وقت اور ہر جگہ خدا کے نام سے ملا ہوا ہے یہ محمدؐ باقی ہیں جب تک خدا باقی ہے اور اسی طرح آپ کے وہ اہل بیتؑ

جن کے متعلق آیت مودّت و آیت تطہیر نازل ہوئے وہ زندہ ہیں۔ جب تک کتاب خدا اور سنت نبوی کے انصار و پیروکار موجود ہیں اور ہر وہ شخص کہ جو کوئی اثر چھوڑ جائے۔ وہ قول ہو یا فعل کہ جس سے بلا واسطہ یا بالواسطہ لوگ نفع حاصل کریں۔ وہ زندہ وجود ہے۔ اور جو شخص اس زندگی سے اسی طرح نکل جائے جس طرح اس میں پہلے داخل ہوا تھا تو وہ ابتر و عقیم عبث اور بے کار ہے۔ پس جو شخص ایک درخت لگا دے یا ایک مکان بنائے یا ایک راستہ ہموار کرے یا ایک آلہ ایجاد کرے یا ایک نظریہ کشف کرے یا ایک کتاب لکھ دے یا ایک مقالہ نشر کرے یا ایسی تقریر و خطاب کرے جو عقول و افکار کو منور کر دے یا لوگوں کے عواطف کو ابھار دے اور انہیں اچھائی کی طرف لے جائے تو ایسے اور ان جیسے اشخاص باقی اور موجود ہیں جب تک ان کے آثار زندہ اور ان کے بعد بھی متحرک ہیں۔

قصاب اور نانبائی:۔

آپ پوچھیں گے کہ یہ قصاب و نانبائی اور سبزی فروش کے متعلق کیا کہنا چاہتا ہے کہ جن سے لوگ روزانہ کی زندگی میں نفع حاصل کرتے ہیں حالانکہ ان کے اعمال و افعال کے لئے طبعی دوام و استمرار نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص بھی اس زندگی کا دور پورا کرتا ہے وہ کوئی نہ کوئی نفع مند اثر چھوڑ کر جاتا ہے اگرچہ وہ ظاہراً دیکھنے میں نہیں آتا۔

ہر کام کرنے والا جز کوئی بھی ہو۔ وہ معاشرہ کا ایک زندہ عضو ہے اس کے ساتھ اور دوسرے افراد کے ساتھ ملکر بشریت اپنے مقاصد حاصل کرتی ہے اور اکثر اوقات خداوند عالم انہیں بسیط قسم کے لوگوں کے ذریعہ کسی طریقہ پر دوسرے لوگوں کے لئے سعادت مندی مقدر کر دیتا ہے۔ یا ان سے کسی غافل کو بیدار کرتا ہے یا کسی مفکر کو الہام کرتا ہے یا کسی مصلح کی مدد کرتا ہے اور اس عامل بسیط کے اثر میں سے یہی کافی ہے کہ اس کے لئے ایک نیک و صالح خاندان پیدا ہو جاتا ہے پس اپنی اولاد کی عرق ریزی اور محنت جدوجہد سے تربیت کرتا ہے۔

کوتاہ عمر:-

سب لوگوں میں سے زیادہ کم عمر وہ شخص ہے کہ جس کا ہم و غم اپنی ذات پر منحصر ہو اور اس کو صرف اپنی مشکلات ہی مشکل نظر آئیں اور خیر کا مفہوم اس کے ہاں اس کی اپنی بھلائی ہو اور کبھی یہ بھی ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا ذکر بھی دائمی ہوتا ہے، بسبب ان برائیوں اور بیماریوں کے جنہیں وہ چھوڑ جاتا ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ عذاب لعنت سب و شتم میں ہمیشہ رہتا ہے بالکل اسی طرح جیسے یزید اور مروان ہے۔

طویل عمر:- باقی رہے زیادہ طویل عمر کے لوگ اور جن کے

وجود میں زیادہ تاکید ہے ہر زمانہ میں اور جگہ میں تو وہ بہت سے ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ علماء ہیں کہ جنہوں نے قوی طبیعت کو کشف کیا ہے اور جنہوں نے بیسویں قرن کے انسان کو ان پر مسلط کیا ہے تاکہ وہ اس سے نئی زندگی کو نشوونما دے۔ بعد اس کے کہ طبیعت اس کے اسلاف پر مسلط رہی ہے۔ اور انہیں صدیوں تک اپنا غلام بنائے رہی ہے۔

اور بعض وہ ہیں جو لوگوں کو نیک فال عطا کرتے ہیں اور انہیں دلدار اور بہادر بناتے ہیں۔ اس عمل کے کر گزرنے پر کہ جس سے وہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ سعادت مندانہ زندگی بسر کر سکیں اور ان کے خیل انبیاء و اولیاء ہیں کہ جنہوں نے انسانیت کی رشد و ہدایت کی اور اسے ترقی اور ہدایت کا راستہ واضح روشن کر کے دکھایا اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو شہادت اور قربانی کے لئے ہر عزیز چیز کو پیش کرنے کی استعداد حق و حقیقت کو زندہ کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے رکھتے ہیں۔

واقعہ اور حقیقت سے تجاوز نہیں ہو گا اگر میں یہ کہوں کہ مومن کے ایمان اور متدین کے دین کا قیاس اس کی اس استعداد پر کیا جائے گا کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی کی بازی لگا دے اور جس میں یہ استعداد نہیں تو اس کا دین اور اہل دین سے کوئی تعلق نہیں اگرچہ وہ اپنی اس بزدلی اور زندگی کے حرص کے تزکیہ اور جواز کی

ہزاروں توجیہیں پیش کرے۔

امام حسینؑ:۔

انسانیت اپنی پوری تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں جانتی کہ جس میں قربانی اور فداکاری کی روح اعتقاد و دین کی خاطر اس طرح پیش کر سکے۔ جیسی مثالی روح حسینؑ میں تھی کہ جس کی زبان پر حقیقت بول رہی تھی جبکہ وہ شہادت کی راہ میں جارہے تھے امضی علی دین ابیؑ میں دین نبی کی بقاء کے لئے جارہا ہوں۔

حسینؑ نے تردد کے بغیر شہادت کو لبیک کہا اور اس پر اقدام کیا نہ اس لئے کہ وہ موت کو چاہتے تھے اور زندگی سے تنگ آگئے تھے اور نہ ہی کسی تکلیف سے بھاگنا چاہتے تھے اور نہ ہی ان کے نفس میں اضطراب تھا اور نہ ہی کسی پہ دشمنی اور سلطنت پہ سرکشی کی بناء اور نہ ہی بزدلی کی صفت سے ڈر کے مارے اور نہ ہی کوئی مانع اور نہ کوئی ہدف و مقصد تھا سوائے خدا کی مشیت کے امتثال و اطاعت کے اور حکم رسول اللہ کی فرمانبرداری کے کہ جن کی اطاعت سے چارہ نہیں آپؑ سے آپؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے عرض کیا آپ کو جلدی نکلنے پر کس چیز نے وادار اور چلایا ہے۔

حسینؑ نے جواب میں فرمایا میرے پاس رسول اللہؐ آئے تھے اور فرمایا ہے اے حسینؑ خروج کرو اور جاؤ خدا یہ چاہتا ہے کہ تجھے شہید

دیکھے۔ محمد نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ تو پھر ان خواتین کو آپ کا اپنے ساتھ لے جانے کا کیا مقصد، حسینؑ نے فرمایا بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ انہیں قیدی دیکھے۔ اور ابن عباس نے آپ سے عرض کیا کہ عراق کی طرف نہ جائیے تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے ایک چیز کا حکم دیا ہے اور میں اسے کر گذروں گا تو ابن عباس نے کہا واحسیناہ

ابن عباس نے یہ خون رلانے والی فریاد کی تھی لیکن وہ جانتے نہیں تھے کہ یہ فریاد حدود زمان و مکان سے آگے بڑھ جائے گی۔ عنقریب یہ فریاد انکار و اوضاع میں انقلاب پیدا کر دے گی اور یہ شعار اور علامت بن جائے گی۔ تحریکات اور برائیوں کے خلاف آواز بلند کرنے اور حریت و استقلال کا اعلان کرنے کے لئے اور اس پر خون اور آنسوؤں کے دریا بہیں گے اور نغا درد بھری آہوں چیخوں سے پُر ہو جائے گی اور جلوس و کتب خانے اور منبر اسے بار بار دہرائیں گے دنیا اور دنیا کے آخری دن تک باوجود اس کے حسینؑ زندگی کو چاہتے تھے اور موت کو ناپسند کرتے تھے اس میں کوئی شک نہیں ورنہ حسینؑ اتنے عظیم نہ ہوتے کیونکہ جس کے نزدیک مرنا اور جینا برابر ہو اس کو جان دینے اور قربانی کرنے والا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جب وہ موت پہ اقدام کرے اور کون عقلمند اپنی زندگی سے موت نظر آتا ہے اور اپنے سرقلم ہونے سینہ اور پشت کے گھوڑوں

کی ٹاپوں کے نیچے روندے جانے اور بچوں کے ذبح ہونے اور عورتوں کے قید ہونے کو پسند کرتا ہے جب تک عاقبت بالخیر اور زیادہ باقی رہنے کی امید نہ ہو اور کوئی چیز انجام کے لحاظ سے خدا کی اطاعت اور اس کی راہ میں قربان ہونے سے افضل نہیں ہے صرف اسی لئے حسینؑ نے ان امور پہ اقدام کیا اور انہیں کوئی تردد نہیں ہوا۔ اور شیطان کی زبان میں اس کی تحریف اور باطل گوئی کے لحاظ سے آپ نے معصیت اور بلاوجہ کود پڑنے کو درست ثابت نہیں کیا۔

ابلیس کی منطق :۔

کہا گیا ہے کہ ابلیس کی رسول اللہؐ سے ملاقات ہو گئی تو عرض کرنے لگا۔ اے محمدؐ خدا نے آپ کی تعریف و توصیف نبی ہدایت کے ساتھ کی ہے اور مجھے گمراہی کے امام کا نام دیا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ معاملہ اس کے اپنے ہی ہاتھ میں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے پس وہ اپنے بندوں کو ہدایت پر مجبور کیوں نہیں کر دیتا۔ جبکہ وہ ان سے ہدایت چاہتا ہے۔

ابلیس لعین نے تجاہل عارفانہ کیا کہ خداوند عالم ہی کائنات کا خالق ہے ان چیزوں سمیت جو اس میں ہیں قاعدہ کن فیکون کے ماتحت لہٰذا ہر فعل کی استناد بلاواسطہ اسی کی طرف ہے اور اس کے اس کلمہ کی طرف کہ وہ وحدہٗ لا شریک ہے حالانکہ بندوں کے افعال اور بعض

کا بعض سے معاملہ میں خداوند عالم دخل نہیں دیتا۔ سوائے ارشاد و ہدایت کی اساس کے اور امر و نہی کے طور پہ اور انسان کی حریت کا اور اس کی قدرت مطلقہ کو چھوڑتے ہوئے تاکہ اکیلا انسان ہی اپنی کوشش و عمل کے بوجھ کو اٹھانے اور سستی و کاہلی کا جوابدہ ہو اور اس سے طیب و خبیث کی تمیز ہو سکے اور عقول کے لئے ان کی قدر و قیمت اور نفوس کے لئے ان کی طبائع عزیزہ ظاہر ہوں اور اگر خداوند عالم اپنے بندوں کو فعل پہ مجبور کر دے تو خالق علیم کی حکمت ٹوٹ جائے اور عقل سلیم معطل ہو جائے۔ شریعت اور عالم تکلیف باطل ہو کر رہ جائے اور انسان کے تمام افعال پانی کے جاری ہونے اور درخت پہ پھل لگنے کی طرح ہو جائیں۔ اور شیطان اس کلمہ سے جاہل بن بیٹھا) کہ خدا کائنات کی نسبت خالق و مبدع ہے۔ اور عمل انسان کی نسبت ہادی اور مرشد ہے اس کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اور وہ حکیم و علیم ہے اور اسی میں ہم امام حسینؑ کے ارشاد کی تعبیر پاتے ہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ وہ مجھے مقتول دیکھے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ خواتین عصمت کو قیدی دیکھے یعنی خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ظلم و فساد کے خلاف جہاد کروں اور میرے ساتھ عورتیں اور بچے ہوں پس میں نے اس کے حکم کا امتثال کیا ہے اور خدا علیم و حکیم ہے ان امور کا کہ جو اس کے حکم پہ مرتب ہوتے ہیں اور جن پہ اوضاع اجتماعی قائم ہوتی ہیں لیکن ان کی جوابدہی میرے ذمہ ہے اور وہ الارادہ الٰہی میں داخل ہیں اور پاکیزہ مصلح وہ ہوتے ہیں

جو قربانی دیتے اور شہید ہوتے ہیں اور ضائع و کوائف زمانہ کو خیر و صلاح کی طرف بدلنے اور موڑنے کے لئے جیسا کہ امام حسینؑ نے کیا اور اس سے واضح ہو گیا اس کا جواب بھی یہی کہتا ہے کہ خدا نے کیوں یزید اور اس کے لشکر کو امام حسینؑ اور آپ کے اہل و عیال پر مسلط کیا تھا۔ کیونکہ خدا نے مسلط نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی وہ اشرار کو اخیار پر مسلط کرتا ہے حاشا و کلا ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس نے برے لوگوں کو فساد و عدوان سے منع کیا ہے اور اچھے لوگوں کو ان کے مقابلے اور ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ کبھی اصرار اور سرکشی کریں ہو سب نافرمان کو عقاب سے ڈراتے ہوئے اور اطاعت گذار کو ثواب کی بشارت دیتے ہوئے بغیر اس کے کہ وہ اپنی قدرت کو اس کے یا اس کے ساتھ دخیل رکھے اور اگر چاہتا تو ان کی نصرت کرتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ بعض کا بعض سے امتحان کرے۔

علیٰ دین النبیؐ (دین نبی پر):-

علم خدا اور دین نبیؐ کی روشنی میں حسینؑ کے اعمال اور آپ کی ہر حرکت اور ہر قدم کی تفسیر و تشریح کی جائے۔ دین خدا ہی واقعہ کربلا کی حقیقی تعریف نمائندہ ہے۔ اور دین میں ہی اس واقعہ کے خلود و بقاء کا راز پوشیدہ ہے جب تک محمدؐ کا نام اور آپؐ کی رسالت باقی ہے اگر تو حسینؑ مقتل گاہ کی طرف دین نبیؐ پر چل کر گئے ہیں تو یہ بات

ہمیں صراحۃً رہبری کرتی ہے کہ جو قابل تاویل نہیں کہ یہ عظیم دین کسی ایسے شخص کی غلطت کا اعتراف نہیں کرتا چاہے کوئی بھی ہو کہ جسے جب ظلم و فساد گھیرے تو وہ ہمیشہ کے لئے سکون سے بیٹھ جائے اور حرکت نہ کرے اپنی ذات اور وجاہت کے طمع اور حرص میں اور یا حسینؑ دین نبیؐ پر نہیں چلے بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور بے موقع کود پڑے اور یا یہ کہ جو حق کی آواز بلند کرنے سے خاموش ہو کر بیٹھ جائے تو اس سے نبی اور دین نبیؐ بیزار ہیں کوئی اور شق نہیں ہو سکتی۔

اب آپ کہہ سکتے ہیں یہ تو جہاد کی تعریف اور معنی ہے۔ اور جہاد امام معصوم یا اس کے نائب مشیت بغیر نہیں ہو سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک جہاد و جنگ کرنا ہے دعوت اسلام اور اس کے پھیلانے کے ارادہ سے یہ وہ ہے جو واجب کفائی ہے جس میں امام معصوم یا اس کے نائب کے اذن کی ضرورت اور یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں پر واجب ہے صحیح و سالم شخص پر ہے نہ کہ مریض و بیمار ہو اور دوسری قسم جہاد کی دفاع عن الدین والحق (دین و حق کی حفاظت کرنا) یہ واجب عینی ہے نہ کہ کفائی یہ متعلق ہے اس میں معصوم اور اس کے نائب کے اذن کی قید نہیں بالکل اسی طرح جیسے اپنے نفس کی حفاظت کے لئے دفاع کرنا یہ مرد و عورت بیمار و لنگڑے اور نابینا سب پر حسب استطاعت و قدرت واجب ہے (جواہر اور دیگر کتب فقہ دیکھو)

کھوٹا اور جھوٹا

اور اس کے ساتھ ہی یہ بات یاد رہے کہ خیر و شر کی لڑائی طبعی ہے کہ جس سے کوئی مفر و چارہ نہیں جب کسی معاشرہ میں شر و برائی سرکشی کرے اور کوئی اس کی پرواہ نہ کرے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس معاشرہ میں برائی کا کوئی دشمن نہیں اور نہ کوئی خیر کا ناصر و مددگار ہے جو اس کا احساس کرے اور دین کو اہمیت دے کیونکہ دشمن سے تو جنگ کرنا پڑتی ہے چاہے اس کے نتائج کیسے ہی کیوں نہ ہوں اب جو اس قول پر اکتفا کرے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اور شر کو اس کی حالت پر چھوڑ دے اپنے مصالح کی حفاظت چاہتے ہوئے یہ شخص تو شر کی مزید تاکید اور اسے پختہ بنا رہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ کیسی کیسی تہمتیں ان پر لگیں گی اور اتنے گناہ اس کے متعلق مشہور ہوں گے۔ اور آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کئی ایک شرائط ہیں پہلی یہ کہ امید ہو کہ منکر ختم ہو جائے گا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ شرط و مشروط کا نہیں نہ ملاطفت و تکلیف شرعی کا ہے بلکہ حقیقۃً یہ مسئلہ شر و باطل کی دشمنی کا ہے اور دین و خیر کے احساس اور عدم احساس کا۔ جب یہ دشمنی پائی جائے اور یہ احساس موجود ہو تو طبیعت غریزیہ اپنے مخالف کے خلاف طغیان

کرتی اور ابھارتی ہے اور وہ شروط اور شرط لگانے والے کی طرف ملتفت نہیں ہوتی اور وہ کبھی بھی اپنے آپ کو دشمن کے سپرد نہیں کرتی بلکہ وہ حق کے لئے مرنے پہ تیار ہو جاتی ہے اور وہ کبریائی عناد اور چیلنج کے ساتھ اپنے قدموں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ چیلنج بطور احتجاج اور باطل و اہل باطل کے مقابلہ میں خروج کے لئے کافی ہوتا ہے۔

اور بہت عجیب و غریب سی بات ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں دین حق پر ہوں پھر وہ اپنی ذات کے لئے اپنے رشتہ دار کے لئے اور اپنے دوست کے لئے غضبناک ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ اور دین کے نام پہ ایوبؑ مبتلا کی طرح چیخیں مارتا جب اس کی ذاتی چیزوں پہ کوئی مصیبت وارد ہو۔ چاہے وہ دور کی ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن وہ اس وقت غضبناک نہیں ہوتا جب حرمات خداوندی اور شریعت رسول اللہ کی ہتک حرمت ہوتی ہے اور اگر اس کے اور خدا کے درمیان کوئی علاقہ ہوتا اور کوئی رشتہ ہوتا تو اس کا درخت بھی پھل دیتا۔ اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہرگز نہیں یہ تو وہم و گمان اس کے درمیان رشتہ جوڑا ہوا ہے اور اس علاقہ کو موجود سمجھتا ہے ورنہ یہ خالی رکوع و سجود تو دین حق سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جب تک غازی باطل کی طرف پہ لپٹنے والی اور دشمنی رکھنے والی آنکھوں سے نہ دیکھے۔ کتنے ظاہراً عبادت کرنے والے ہیں جب ان سے

نقاب ہٹائی جائے۔ اور کوشش کا وقت آ جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دین کے نزدیک ان کے خون کا ایک قطرہ اور اس کی وجاہت اور مصلحت کا ایک ذرہ کئی ہزار زمینوں سے بہتر ہے۔ یقین جانو کہ دین نبی عمل جہاد اور کوشش کا نام ہے دین خون اہل وعیال اور وہ زرعیں اور جانیں ہیں جو حق کی معیت میں قربان کی جائیں۔ بالکل اسی طرح جیسے امام حسینؑ نے سب کچھ خرچ کیا تھا اور جو صرف دین نبی کا دعویٰ کرتا ہے بغیر اس مستعدی کے کہ اس کے دعویٰ کی ترجمانی کرے اور وہ اسے اپنے کردار سے ثابت کرے اور اپنے شخصی مصالح کو اس دین کی خاطر قربان کرے تو اس کا دعویٰ جھوٹا اور کھوٹا ہے۔

بہرحال اسلام کی دولت اور سلطنت اس وقت تھی جب یزید کے زمانہ میں شہید راہ خدا دین خدا پر چلا۔ لیکن آج تو اسلام ذلیل وحقیر ہے کہ جہاں ہزاروں یزید موجود ہیں۔ اور ایک شہید نہیں بلکہ ہزاروں دنیا کے بندے محبت دینار و ڈالر پر مر اور جی رہے ہیں۔

ترجمہ کتاب الاثنا عشریہ در اہل بیت بتاریخ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۸۔ دسمبر ۱۹۷۳ء بوقت نو بجکر ۱۰ منٹ شام بروز منگلوار اختتام پذیر ہوا۔ الحمدُ للهِ اَوَّلاً وَ آخِراً۔

نوٹ:- مؤلف علام نے آخری صفحات میں اپنی کتاب تفسیر الکاشف کے متعلق کچھ لکھا ہے اور نمونہ کے طور پر دو آیات کی تفسیر ذکر کی ہے اور مسلمانوں کو اسرائیل کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارا ہے چونکہ یہ چیزیں اصل مقصد کتاب سے ہم آہنگ نہ لہٰذا انکا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

از:- سید صفدر حسین نجفی فرزند سید غلام سرور نقوی
مرحوم عفی اللہ عنہ و ذنوبہما بحق النبی و آلہ

(ختم شد)